ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

اکتوبر 2010ء - ذی القعد 1431ھ

دنیا میں جو سرکار ہمارے آئے

انوار میں ڈھلتے ہوئے دھارے آئے
دنیا میں جو سرکار ہمارے آئے

اک نام محمد کا ہے ایسا لوگو
ہر حال میں جو کام ہمارے آئے

رحمت کے سزاوار وہی تو ٹھہرے
دربار میں جو درد کے مارے آئے

تاریکی شب نور کے سانچے میں ڈھلی
جب آمنہ بی بی کے دلارے آئے

دل میں جو خیال شہ بطحا آیا
پلکوں پہ لرزتے ہوئے تارے آئے

کچھ چاند میں جھلکی ہیں ضیائیں ان کی
کچھ رنگ لئے اُن کے ستارے آئے

مسرور کبھی نعت جو کہنے بیٹھے
کیا کیا نہ تصور میں نظارے آئے

مسرور کیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہاشم فیل وڑے جس ویہڑے کجھ رک کوئی لُکائے

وطن کی فضاؤں میں ایک دردناک خبر زہر گھول گئی کہ سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار پاک کے سامنے دو خودکش حملہ آوروں نے نفسانی ہوس پوری کرتے ہوئے پندرہ کے قریب اہل محبت اور اہل امن کو شہید کر دیا۔ سید عبداللہ شاہ غازی حضرت امام نفس زکیہ کی نسبی اور دعوتی امانتوں کے پرچم بردار تھے۔ ان کے وجود سعید سے پھوٹنے والے فیض کے جھرنوں سے سندھ میں اسلام کی تہذیب کو زمین نصیب ہوئی۔ ابھی محمد بن قاسم نے سندھ میں قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ ''خاندان رسول'' کی سرگرمیوں کے نتیجے میں لاتعداد لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اس پرآشوب دور میں جبکہ ہر طرف بے چینی اور اضطراب کی کیفیت ہے۔ بحیثیت مسلم امۃ ہم سب کا یہ فرض بنتا ہے کہ ابتری، خلفشار اور نفرتوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکیں اور سیرت طیبہ کی طرف خلوص نیت سے بڑھیں اور اسوۂ حسنہ کو اپنا امام قرار دیں اور سوچیں کہ دن بدن ہم کیوں تنزل اور زوال کا شکار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ (الاعراف:183-182)

''اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ہم انہیں آہستہ آہستہ پستی کی جانب لے آتے ہیں اس طرح کہ وہ جانتے بھی نہ ہوں اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں یقیناً میری خفیہ تدبیر نتیجہ خیز ہوتی ہے''۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے ہنگامے میں ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں اعمال صالحہ نماز، روزہ سب کچھ کیا ہوگا لیکن اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے کسی عمل سے امت میں تفریق ڈالی ہوگی۔ اسے کہا جائے گا پہلے اپنے کیے کی سزا بھگت اس لئے کہ اس سے امت کو نقصان پہنچا۔ ایک دوسرا آدمی لایا جائے گا جس کے پاس نماز، روزہ، حج وغیرہ کچھ نہ ہوگا یا ان اعمال میں کمی ہوگی لیکن وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے خوب ثواب سے نوازے گا اس کو خود حیرانگی ہوگی کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہوا؟ کہا جائے گا'' فلاں موقع پر تیری ایک سادہ سی بات یا اقدام کی وجہ سے امت میں ہونے والا فساد رک گیا تھا۔ یہ کرم تیرے اسی لفظ کا صلہ ہے''۔

آج ضرورت فساد روکنے والوں کی ہے فساد کرنے والے قوم اور ملت کی کوئی خدمت

نہیں کر رہے بلکہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے در پردہ غلام بن چکے ہیں۔ ارتکاب جرائم کرنے والے حماقتوں کی دوزخ میں کھڑے ہیں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے بے غم ہو چکے ہیں۔ جب وہ پکڑنے کا تو پھر کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر اُمت کہا ہے اس لئے ہمیں اپنے آپ کو خیر امت ثابت کرنا چاہئے ہمیں اپنی امت کو ذبح کر کے اسلاف کی کی ہوئی محنتوں پر پانی نہیں پھیرنا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں جب تک ہماری سوچیں امت کی تھیں ہم تعداد میں بھی کم تھے، ہماری مسجدیں کچی تھیں لیکن ان میں چراغ بھی میسر نہیں تھے لیکن قبائل کے قبائل اور قوموں کی قومیں ہمارے اندر جذب ہو رہی تھیں۔ کفر ہمارے رعب اور دبدبے سے لرزتا اور کانپتا تھا۔ مفادات اور تحفظات کی جنگوں نے ہمیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ یہ وقت ہے کہ مذہبی قیادتیں مسلم امہ کو ان کا مقام یاد کرائیں، انہیں مقصدیت کے لئے ابھاریں۔ مغربی ابلیسوں کی خواہشات کے غباروں سے ایمانی قوت کے ساتھ ہوا نکال دیں، دنیا کی بڑی بڑی قوتیں مسلمانوں کے قدموں پر جا گریں گی۔

مقصد کی پہچان قرآن حکیم کی اس آیت سے حاصل کی جائے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: 110)

"تم بہترین امت ہو جس کی تشکیل ہی لوگوں کے لئے کی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو۔"

اسلامی ممالک میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً داخلی امن کو ممکن الحصول بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ملی قیادت ان اقدامات کی طرف بڑھے۔ نظریاتی اور فکری انتشار معاشرتی اصلاح کی راہ میں سنگین رکاوٹ ہوتا ہے۔ ایک دور تھا کہ سیاسی اور مذہبی جماعتیں اپنے اپنے نظریاتی محوروں پر گھومتی تھیں لیکن کچھ عرصہ سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ ابلیسی ریشہ دوانیوں نے مسلمانوں سے فکری استحکام چھین لیا ہے۔ لوگ صبح اور ہوتے ہیں، دوپہر کو مور ہوتے ہیں اور شام کو چور بن جاتے ہیں جیسے کے لئے اقدار کا کوئی تصور موجود نہیں۔ سیاسی مدبرین کے تہی دامن ہونے کی وجہ سے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے متعین اہداف نہیں۔ آوارہ جہتی نے افراتفری مچا رکھی ہے۔

دوسرا مسئلہ اخلاقی انحطاط کا ہے حضور ﷺ نے ایمان کے بعد اپنے ساتھ چلنے والوں کی خلاقی تربیت کر کے انہیں مجسمہ نور بنا دیا تھا۔ لوگوں میں امانت اور دیانت عروج پر آ گئی تھی۔ تہذیب نفس نے عقلوں کے نقوش جمیلہ اس قدر متجاذب بنا دیئے تھے کہ نکاح دا زواج کے علاوہ جنسی آوارگی عام آدمی بھی مکروہ تصور کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی تحدیدات ملاحظہ ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ (النور: 19)

"بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں کے اندر فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اگر حکومتی سطح پر اس درد کو محسوس نہ کیا جائے تو رنگ و نسل اور زبان و علاقہ کے تعصبات پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں ہر قوم کا ایک ملی منہاج ہوتا ہے جس سے اس قوم کے خیر خواہ دائیں بائیں سرکنے نہیں دیتے۔ آج ارض وطن میں جو لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی ہے کوئی فرد سلامت نہیں لگتا ہے۔ ہم کاغذی ناؤ پر بیٹھ کر کھلے سمندر کی بے رحم موجوں پر تیرنا چاہتے ہیں جو کہ ناممکن ہے۔ یہاں کون کس کا کندھا جھنجھوڑے۔ نقار خانہ میں نکار خانوں کی طرح مستیاں ور سرمستیاں جاری ہیں۔ کاغذی نوٹ چرا کر بیرونی بینکوں کو بھرنے والے زعمائے سیاست اور ابنائے عدالت کو کون

سمجھائے اور کون ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالے عام طور پر خونچکاں حالات کی چیرہ دستیاں جب اس نکتہ پر پہنچ جائیں خونی انقلاب اپنے راستے ہموار کرتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ بنیادی حقوق سے محرومی کا ہے۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور امیر اور غریب کے درمیان منافرت معاشرتی فساد کو جنم دیتی ہے۔ کام چوری، نکما رہنا اور بغیر کچھ کئے جمع زر کی ہوس تباہی مچا دیتی ہے۔ کرایہ کے قاتل معاشرہ اس وقت پیدا کرتا ہے جس وقت خواہش کی تکمیل کے آسان اور جائز طریقے موجود نہیں ہوتے۔

چوتھا مسئلہ تنازعات اور جھگڑے ختم کرنے کے لئے نظام عدالت کا فعال ہونا ہوتا ہے۔ اگر انصاف سے انصاف کی حالت دیکھنے کی کوشش کی جائے تو جلوسوں، ہڑتالوں اور تحریکوں سے عدالت کا کیا واسطہ؟ اداروں کے اندر جانب داریوں، اقربا پروریوں اور انتقام بازیوں نے ہماری سوسائٹی کو بے امنی اور بے اعتمادی کا شکار بنالیا ہے۔ انصاف کی مفت فراہمی تو شاید جنت کا آٹھواں دروازہ بن گئی ہے۔ قسمت ہی سے کوئی کبھی اس رحمت کے شہ باب سے داخل ہو سکے گا۔ غربت کے ہاتھوں مارے ہوئے بے چارے مظلوم شہری کے پاس اعلیٰ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے اور وکیلوں کی بھاری بھرکم فیس دینے کے لئے ایک مظلوم کب تک سسکیوں کی خوراک کھاتا رہے گا ایک دن وہ شعلہ جوالہ بن کر ہر چیز کو جلا دینے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

پانچواں مسئلہ ارباب سیاست کے ہاتھوں سیاسی حقوق کی پامالیاں ہیں۔ ایک دوسرے سے انتقام کے سلسلے اور بے جا الزامات کے طوفان بدتمیزی قانون کی حکمرانی کو ناممکن بنا رہے ہیں۔

ہماری اصل ضرورت ایک فعال نظام کی ہے جس کی مخلصانہ اطاعت ہمارے ملکوں کو امن کی آماجگاہ بنادے یقیناً یہ اسلام ہی کا نظام ہے جس میں دفع فساد کے لئے مؤثر ذرائع موجود ہیں ضرورت صرف خلوص سے اسلام کی طرف بڑھنے کی ہے۔

اے اللہ! ''کلمات زین ﷺ'' کی صورت میں ہماری التجا بھی یہی ہے۔

اے پناہ دینے والوں کی پناہ!

اے پناہ لینے والوں کی پناہ!

اے ہلاک ہونے والوں کے نجات دہندہ!

اے بے چاروں کے چارہ ساز!

اے بے کسوں پر رحم کرنے والے!

اے محتاجوں کے خزانے!

ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والے!

کمزوروں کے مددگار!

خوف زدوں کی پناہ گاہ!

دکھیاروں کے فریادرس!

ہمیں اپنی حمایت کے بغیر چھوڑ نہ دے!

اور ہمیں اپنی نگاہ کرم سے محروم نہ فرما

''اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے''

حادثاتِ غم

گذشتہ دو مہینے اہل سنت کے علمی اور روحانی حلقوں کے لئے غم انگیز ثابت ہوئے۔
علامہ فیض احمد اویسی، مفتی عبدالشکور ہزاروی، علامہ مفتی غلام سرور قادری، اور علامہ پیر سید شبیر حسین نقوی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحومین ارض وطن میں انتہائی بااثر اور محترم شخصیات کے مالک تھے۔ ان سب کی زندگی حضور انور ﷺ کی عالی نسبتوں سے معنبر اور معطر تھی۔ سب قرآن حکیم کے خادمین تھے۔ ہر ایک نے قرآن حکیم کی کیاریوں سے پھوٹنے والے شگفتہ پھولوں کی خوشبو عام کرنے میں بے حد خدمات سرانجام دی تھیں۔ علامہ اویسی کے قلم سے سینکڑوں کتابیں صادر ہوئی جنہوں نے تشنگان علم کی روحوں کو سیراب کیا۔ علامہ مفتی غلام سرور قادری نے درجنوں تصانیف کے علاوہ قرآن مجید کا بڑا خوبصورت ترجمہ کیا جسے علمائے مصر نے تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ علامہ عبدالشکور شیخ القرآن عبدالغفور ہزاروی کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت علامہ موصوف کے خاندان نے تدریس اور خطابت سے فیض محبت کے چشمے جاری کیے۔
علامہ سید شبیر حسین شاہ نقوی دو دمان اُچ شریف کے چشم و چراغ تھے۔ خاندانی روایات کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ علم و عرفاں کے مخلص پرچارک تھے۔ آپ بلا کے خطیب تھے۔ آپ کی آواز میں سحر تھا۔ آپ چاہتے تو فہم و ذکا کے وجود پر محبت کی چٹکیاں کاٹ لیتے اور اگر چاہتے تو لاکھوں لوگوں کے وجود میں خوشیاں سمو دیتے تھے۔ آپ بولتے تو آنکھوں کی جھیلیں آنسوؤں سے بھر جاتیں اور کوچہ مزاح میں قدم رکھتے تو قہقہے بکھر بکھر جاتے۔ علامہ سید شبیر حسین شاہ نقوی کے جنازہ میں بلاشبہ لاکھوں اہل محبت شریک ہوئے۔ آپ مداح شہزادۂ کربلا تھے ان کے مخلص داستان سرا ہونے کے ناتے لوگوں کے دلوں میں کھب گئے تھے۔
یہ سب بزرگ اہل سنت کا سرمایہ تھے۔ اللہ ان سب بزرگوں کی روحوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

صلی اللّٰہ علی رسولہ والہ واصحابہ اجمعین۔

دعاؤں کا طالب

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ طارق کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
الطَّارِقُ ٢ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ٣ اِنْ كُلُّ
نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
مِمَّ خُلِقَ ٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ٦ يَّخْرُجُ
مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ٧ اِنَّهٗ عَلٰى
رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ٩
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ١٠ وَالسَّمَآءِ
ذَاتِ الرَّجْعِ ١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ١٢
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ١٤
اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ١٥ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ١٦
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ١٧

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی (۱) اور آپ تو جانتے ہیں کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ (۲) تابندہ ستارہ ہے (۳) نہیں ہے کوئی نفس جس پر نگہبان نہ ہو (۴) پس چاہیے کہ انسان دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا (۵) وہ ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا (۶) وہ پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے (۷) یقیناً وہ اُس کی بازگشت پر ہر طرح قدرت رکھتا ہے (۸) وہ دن جب راز کی تمام باتیں فاش کر دی جائیں گی (۹) نہ تو خود اس میں قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا (۱۰) اور چھم چھم برستے آسمان کی قسم (۱۱) اور پھٹ کر بارش کو جذب کرنے والی زمین کی قسم (۱۲) یقیناً وہ (قرآن) قولِ فیصل ہے (۱۳) اور وہ مذاق کی بات نہیں ہے (۱۴) بے شک وہ لوگ طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں (۱۵) اور میں مضبوط و محکم تدبیریں کرتا ہوں (۱۶) تو آپ کافروں کو مہلت دیں کچھ وقت تک کے لیے نرمی فرمائیں (۱۷)

نگرانی کے نظام سے آگاہ کرنے والے رسول کے معارف آشنا دل پر مکی زندگی میں نازل ہوئی۔ یہ سترہ آیات پر مشتمل علم وعرفان کا گنجینہ ہے۔

سورۃ "الطارق" انسانی تخلیق کی میٹھی اور تابندہ کہانی ہے۔ ہر لفظ ایک راز دروں کی حیثیت رکھتا ہے۔ آسمان اور آکاش کی دنیا میں راتوں کے وقت جس طرح تابندہ ستارے خالق کائنات کے واحد و قادر ہونے کی حقیقتیں آشکار کرتے ہیں اسی طرح راتوں کی دبیز چادروں کے نیچے نسلیں تخلیق پاتی ہیں۔ شب دیجور میں طلوع ہونے والے ستارے جیسے ایک دوسرے سے آویزاں اور وابستہ نظر آتے ہیں ایسے ہی قافلہ انسانیت ماضی کے آسمان پر ایک ہی آدم سے پیوستہ دکھائی دیتا ہے۔ پیٹھ اور پسلیاں ایک چشمہ پھوٹنے کا سبب بنتی ہیں جہاں آب حیات کے سمندر میں دور تک انسان تیرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

سورت کا اسلوب مختصر آیات کا جامع دستور لئے ہوئے ہے۔ ایک ایک لفظ احساس پر چوٹ مارتا ہے، ضمیروں کو بیدار کرتا ہے، شعور کو آگہی بخشتا ہے، لفظوں میں واقع ہونے والے حروف جیسے دعوت کی چیخیں ہوں جن میں انسانوں کو متنبہ کیا جارہا ہو، ہوش میں آجاؤ، جاگ جاؤ۔ عمر گراں مایہ کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع مت کرو۔ زندگی تدبیر اور تقدیر کے درمیان ہے۔

سورہ الطارق سے متعلق ایک لطیف وجمیل واقعہ کتب تفسیر وحدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ خالد عدوانی فرماتے ہیں:

"میں نے ثقیف قبیلہ کے بازار میں طائف کے اندر محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ کمان یا اپنی لاٹھی پر تکیہ لے کر تشریف فرما ہیں اور "سورہ الطارق" لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ میں نے اگرچہ اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن سورت کی برجستگی کی وجہ سے میں نے پورا کلام یاد کرلیا۔ مجھے ثقیف والوں نے بلایا اور پوچھا کیا تم نے اس شخص کی زبان سے صادر ہونے والا کلام سنا۔ میں سورہ الطارق کا ایک ایک لفظ من وعن ان لوگوں کو سنا دیا۔ اس موقع پر کچھ قریش موجود تھے۔ وہ کہنے لگے محمد ﷺ کا حال ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر ہم اس کو بہتر سمجھتے تو ہم تم سے پہلے اسلام لے آتے"۔

اس روایت کے نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سورہ الطارق کا روحانی نظام دل کی تاروں پر محبت کا نغمہ چھیڑنے والا ہے۔ اس کے اندر جہاں ہلکی ہلکی موسیقی کا درد موجود ہے وہاں اس کا معنوی نظام اتنا بلند ہے کہ اس درخت کی شاخیں آسمان تک رفیع دکھائی دیتی ہیں۔ عرب نوجوان دو ہی چیزوں سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہورہے تھے: ایک رسول اکرم ﷺ کی پر جمال اور باوقار شخصیت اور دوسرا اعجاز قرآن جس نے لوگوں کو اندر سے ہلا دیا تھا۔

سورہ طارق کا ہر بیان منفرد ہے اور اس کی گہرائی کا اندازہ سرسری سوچ سے نہیں لگایا جاسکتا جب تک غور وفکر کو مستقل ریاضت نہ بنالیا جائے۔

سورت میں ایک لفظ ایک بھاری، طویل، عظیم اور بلیغ جملے کا قائم مقام ہے" بس رہنے دیجئے اے نبی" یہ دلاسا بھی ہے، تسلی بھی ہے، رحمت کا جوئے بار ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کا اپنے نبی سے پیار ہے۔ پیار کی باتیں پیار والوں ہی کو سمجھ آسکتی ہیں۔

سورہ کے آخر میں ایک گرفت ہے جو دین دشمن لوگوں کو ہر طرف سے گھیر کر پابجولاں کردیتی ہے اور یہ اعلان کرتی ہے کہ گستاخ بددینوں کے تمام منصوبے ہیچ اور ناکام ہیں۔

مضامین کی لطافت سورہ کے لفظوں میں مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ تلقین فرماتے: عشاء کی نماز میں یہ سورت تلاوت کی جائے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾

"قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی"۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾

"اور آپ تو جانتے ہیں کہ رات کو آنے والا کیا ہے"؟

سورت کا آغاز ایک تکوینی نظارے اور مشاہدے سے ہوتا ہے۔ آسمان اور ستاروں کا طلوع اپنے احوال اور شئون میں دلچسپی، دلفریبی اور حسن رکھتا ہے لیکن خالق ارض وسما کی قسم ان مشاہد کے اندر ایمانی روشنی سمو دیتی ہے اور ان چیزوں کو صرف دیکھی جانے والی چیزیں نہیں چھوڑتی بلکہ پڑھی جانے والی کتاب بنا دیتی ہے۔

آسمان کے ساتھ سورج اور چاند بہت سے مقامات پر قرآن حکیم نے کائناتی نظارہ بنا کر پیش کئے ہیں لیکن ستاروں کی صورت میں ضوفگن یے سورہ طارق میں زندگی کا راز بنا کر پیش کیے گئے ہیں۔

طارق کیا ہے؟ قرآن حکیم نے خود استفہام میں ابہام بھر کر اسے سمجھنے کی چیز بنا دیا۔

ابن کثیر نے لکھا کہ طارق چمکتے ہوئے تارے جو رات کو نظر آتے ہیں اور دن میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں(1)۔

ایک حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے رات کو گھروں میں طروق سے منع کیا یعنی اچانک رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع کیا۔

ایک جگہ دعا میں بھی حضور ﷺ نے طارق کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

ان آیات کے شان نزول میں کلبی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کچھ روٹی اور دودھ پیش کیا۔ آپ بیٹھے تناول فرما رہے تھے کہ ایک تارا ٹوٹا جس کی چمک سے ہر شے روشن ہوگئی۔ ابوطالب نے گھبرا کر کہا یہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تارا کسی شیطان کو مارا گیا تھا۔ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ابوطالب یہ سن کر متعجب ہوئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں(2)۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝

"تابندہ ستارہ ہے"۔

قرآن حکیم کا دعوتی عنوان آسمان اور دمکتے ستارے کے بیان سے شروع ہوا۔ دعوت قلب، باطن فکر اور ضمیر سب کے دروازوں پر جیسے چوٹ ماری گئی ہو اسی لئے عنوان اور موضوع سخن میں ستارے کے لئے طارق لفظ استعمال کیا گیا اور طارق کا معنی ہی کوٹنا اور کھٹکھٹانا ہوتا ہے۔ دوسری آیت میں طارق کو ادراک سے ابعد کیا گیا تاکہ سوچنے کی قوتیں تیزی سے متحرک ہوں اور بات کو سمجھیں۔ اسلوب کے طروق نے لفظ طارق سے جب قاری قرآن کے ادراکات کو پوری طرح کھول دیا تو فوراً خود ہی بتا دیا کہ طارق کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا وہ نجم ثاقب ہے یعنی ایک چمکدار ستارہ ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ وہ عظیم ستارا ہے جس کی مدد سے خشکی اور سمندر میں شب دیجور کو راہ ملتی ہے اور وقت کا پتہ بھی اس سے چلتا ہے(3)۔

سدی نے کہا کہ وہ سارے ستارے طارق ہیں اور ثاقب ہیں جو ٹوٹ کر شیاطین پر آتش زنی کرتے ہیں اور یہ ثاقب اس لئے ہیں کہ شیطان کے وجود میں یہ سوراخ کر دیتے ہیں(4)۔

خطیب شربینی نے لکھا۔ "ثقب" سوراخ کرنے کو کہتے ہیں۔ ستارا اتنی تیز روشنی دیتا ہے کہ گویا اندھیروں کو چھید کر ان میں سوراخ کر دیتا ہے(5)۔

مفسرین کی چوتھی رائے یہ ہے کہ نجم ثاقب وہ ستارا ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد سب سے پہلے دکھائی دیتا ہے، اسے شاہد بھی کہتے ہیں(6)۔

سید قطب لکھتے ہیں کہ لفظ ثاقب سے کسی خاص ستارے کی حد بندی نہیں کی جاسکتی اسے مطلق رکھنا ہی بہتر ہے بلکہ ہر تارا اس سے مراد لیا جاسکتا ہے(7)۔

سمین حلبی لکھتے ہیں کہ یہ لفظ عربی ادب میں جماع سے کنایہ ہے۔ جو آگے آیت میں انسانی نسل کی افزائش کو موضوع سخن بنایا گیا ہے(8)۔ ممکن ہے دھیمے اور دھیرے انداز میں رات بھر رات میں آنا اور پھر ایک قطرہ آب سے ایک خوبصورت مخلوق کی تخلیق فرمانا اور پھر اس سلسلہ کو ستاروں سے زیادہ روشنی دے دینا، یہ سب باتیں ایک خاص اسلوب میں کی گئی ہیں۔

سوچنے کے لئے سورہ الطارق میں بڑے عنوانات ہیں اور نفس پر احساس کی چوٹ مارنے کے لئے سورہ طارق کے لفظوں میں بڑی توانائی ہے۔ قرآن مجید کا حرف حرف اس سورت میں تابندہ ستارا ہے اور قرآن کے منکرین شیاطین کے لئے ہر لفظ شہاب ثاقب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ستارے آسمان پر چمکتے ہیں اور قرآن کی آیات غلامان رسول کے وجودوں میں دمکتی ہیں۔ روشنی ادھر بھی ہے اور نور ادھر بھی ہے۔ قسم والسماء والطارق کی زمین نور اللہ کے اذن سے ہر نور پر محیط ہے۔

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝

"نہیں ہے کوئی نفس جس پر نگہبان نہ ہو"۔

یہ آیت اپنے قاری کے شعور میں اس بات کو راسخ کرتی ہے کہ ہر جان پر ایک نگہبان، حافظ اور مراقب مقرر کر دیا گیا ہے۔ آیت سورت میں کی گئی قسموں کے لئے جواب قسم بھی ہے اس لحاظ سے سورت کا عمود تفسیری بھی یہی ہے کہ انسان بیدار مغز ہو کر آخرت کے نظام احتساب کو

سمجھے اور آج فکری تازگی اور حاضری کے ساتھ اعمال پر اطاعت اور بندگی کی گرفت مضبوط رکھے۔

آیت کو تین طرح سمجھا گیا ہے:

پہلی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مکلف پر خواہ وہ انسان ہے یا جن ایک محافظ مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اعمال کو لکھتا ہے اور حساب کتاب تیار کرتا ہے تاکہ جزا اور سزا کے لئے شہادت قائم ہو سکے۔ یہ محافظ کون ہیں؟ قرآن مجید کی دوسری آیات بتاتی ہیں کہ وہ فرشتے ہیں۔

ہر انسان کو سوچنا چاہئے کہ جب وہ تنہا ہوتا ہے تنہا ہو کر بھی تنہا نہیں ہوتا وہ مراقبین اور محافظین کی زیر نگہبانی ہوتا ہے اس کے اعمال کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے (9)۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حافظ سے مراد وہ روحانی مخلوق ہے جو انسانوں کو حوادث اور مہلکات سے محفوظ رکھتی ہے (10)۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر مومن کے ساتھ ایک سو بیس فرشتے نگران ہیں جو اس سے شیاطین کو دور کرتے ہیں جیسے شہد کے پیالے سے مکھیاں ہٹائی جاتی ہیں“۔

تیسری تفسیر شیطانی وسوسوں سے انسانی حفاظت ہے۔

سورہ کے مضامین کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آیت کا مصداق پہلی تفسیر میں ہے اس لئے کہ بیان شدہ قسموں اور جواب قسم میں ایک زندہ اور تازہ رابطہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آسمان پر ان گنت ستارے ایک مربوط اور منظم انظام کے تحت حرکت میں ہیں جو حساب کتاب کے ایک منظم انظام پر دلالت کرتے ہیں اگر ستاروں کی دنیا میں ہر سیارہ اور ہر ستارہ زیر حساب ہیں تو زندہ انسانوں کو جو آزمائش کے اصل مکلف ہیں کس طرح حفاظت اور نگرانی سے معرّیٰ کیا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے اور ایک بکری کی طرف اشارا کر کے کہا کیا یہ بکری بیچو گے؟

چرواہا! بکری میری نہیں میرے مالک کی ہے؟

ابن عمر رضی اللہ عنہ! مالک کو کہنا کہ بھیڑیا کھا گیا۔

چرواہے نے جواب دیا:

مالک کے لئے تو جواب ٹھیک ہے لیکن ”این اللہ“

اللہ کہاں ہے؟

میں اسے کیا جواب دوں گا؟

اس کے بعد تو ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال بن گیا کہ آپ بات بات میں فرماتے ”این اللہ“ ”این اللہ“ (11)۔

آیت میں ممکن ہے کہ حافظ سے مراد خود انسان ہی ہو پھر دریں صورت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ انسان اپنے جوارح، دل اور ایمان و عمل کی حفاظت کرتا ہے گویا نفیس نفس وہی ہے جو اپنے آپ کو شہوت نفس اور ملکات شیطانیہ سے بچا کر رکھتا ہے واللہ اعلم۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦

”پس چاہیے کہ انسان دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا“۔

آیت کا اساسی اور مرکزی موضوع جس کے ارد گرد قرآنی دعوت گھومتی ہے وہ غور و فکر ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو سب کچھ اپنے وجود ہی کو سمجھتے ہیں۔ ان کی زندگی کی روش اترانا اور اکڑنا ہوتی ہے۔ وہ بے وقعت اور بے اصل زندگی کے اس طرح فریفتہ ہوتے ہیں کہ پہلے مرنے کا خیال نہیں آتا اگر وہ آ بھی جائے تو دوبارہ زندہ ہو کر احتساب کے کٹہرے میں پیشی ان کے لئے قابل فہم نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کی فکر کو قرآن نے جھنجھوڑا ہے اور استفہامیہ اسلوب میں پوچھا ہے ذرا بتلاؤ تو سہی کہ تمہاری تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے؟ انداز کی برجستگی اور ناقص فکر پر قرآنی گرفت ملاحظہ ہو کہ جواب کا انتظار کئے بغیر قرآن نے خود کہہ دیا کہ انسان ایک ٹپکنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مادہ تولید کی توصیف ہے جو منی کے پانی میں تیر رہا ہوتا ہے۔

پانی کے قطرے میں غور و فکر کا مطلب یہ ہے کہ سوچا جائے کہ وہ کون ہے جس نے باپ کی پیٹھ سے نکلنے والے پانی میں اربوں جرثومے رکھے، پھر ان میں سے ایک کا انتخاب کیا، پھر شکم مادر میں ہزاروں بیضوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے مخلوط صورت بخشی پھر اس میں سے حسین اور جمیل صورت رکھنے والا انسان بنا دیا۔ ایک قطرے سے انسان بنانے والے کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ موت کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی کا جامہ پہنا دے۔

مادہ تولید کے لئے قرآن حکیم نے "دافق" کی اصطلاح استعمال کی۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ پانی کی صفت ہے اس لئے کہ اس کا بعض بعض کو دھکیل کر خارج کرتا ہے(12)۔

سمین حلبی کہتے ہیں کہ یہاں فاعل مفعول کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی دافق مدفوق کے معنوں میں ہے یعنی پانی جسے ٹپکایا گیا ہو(13)۔

خطیب شربینی لکھتے ہیں کہ دفق کا لغوی معنی ریزہ ریزہ کرنا پھر اس کو بہا دینا ہوتا ہے یہاں مفہوم یہ ہے کہ نطفہ کا پانی رحم مادر میں بہایا گیا ہو(14)۔

تفسیری نقطۂ نظر سے محل غور بات یہ ہے کہ اکڑنے والے انسان کو کہا گیا تو چیز کیا ہے؟ ایک حقیر پانی کا محض ایک قطرہ اور اس پر مستزاد یہ کہ صرف قطرہ ہی نہیں تو وہ ہے جسے حقارت سے بہا دیا گیا ہو گویا بہانے میں بھی احساس دلانے کی ایک خوبصورت فکر موجود ہے اور ممکن ہے اس سے جماع کے عمل کی طرف اشارہ ہو کہ تو آج کیا کیا بنتا ہے کبھی سوچا کہ پیدا کیسے ہوا ہے؟

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں صرف ایک پانی کا بیان ہے یعنی مرد کا مادہ تولید عورت کا پانی مراد نہیں ہو سکتا تو جواب اس کا یہ ہو گا جب دونوں پانی مل جاتے ہیں تو وہ ایک ہی پانی بن جاتا ہے واللہ اعلم۔

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

"وہ پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت پر تفصیل نویسی میں اکابر مفسرین کی آراء باہم متخالف ہیں۔ خلاصہ تفاسیر جاننے کے لئے ہم تین سوالات قائم کر کے قرآن حکیم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

صلب اور ترائب سے مراد کیا ہے؟

مادہ تولید کا خروج کہاں سے ہوتا ہے اور آیت کی طبی توجیہات کیا ہیں؟ تیسرا سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم مادۂ تولید کے صلب اور ترائب سے نکلنے کا ذکر کر کے استدلال کس پر کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک تفسیر میں اہم چیز یہی ہے اور اسی تھیم پر ہمیں زور دینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم تینوں سوالوں کا جواب عرض کرتے ہیں۔

علامہ سمین حلبی لکھتے ہیں(15)۔

صلب پیٹھ ہے اور ترائب تریبہ کی جمع ہے اور یہ سینہ پر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہار پہنا جاتا ہے۔ مرد کا مادہ منویہ ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے اور عورت کا مادہ پسلیوں میں ہوتا ہے سورہ دھر کا لفظ "نطفہ امشاج" اس پر قوی دلیل مہیا کرتا ہے۔

ضحاک اور عطیہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے کہ ترائب یہ ہیں، البتہ علی بن ابی طلحہ کی روایت میں عورتوں کی چھاتیوں کے درمیان جہاں پسلیاں ملتی ہیں۔ انہیں ترائب کہا گیا ہے۔

ابن کثیر نے لکھا:

عورت کی چھاتیوں، ٹانگوں اور آنکھوں کے درمیانی غدود اور ہڈیوں کے مجموعہ کو ترائب کہتے ہیں(16)۔

ابن منظور نے لسان العرب میں یہی لکھا۔

صلب پشت ہے اور سینہ کے قلادہ والی جگہ ترائب ہے۔

یہ بھی لکھا گیا کہ دائیں طرف کی چار پسلیاں یا بائیں طرف کی چار پسلیاں ترائب ہیں۔

ابن فارس نے لکھا کہ ہم سر اور برابر لوگ اتراب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے جنت کی حوروں کو اتراب کہا ہے اس اعتبار سے سینہ کی وہ ساری ہڈیاں جو باہم مماثل ہیں اتراب کہلائیں گی۔ ائمہ لغت لکھتے ہیں کہ فرماں بردار اونٹ جمل تربوت کہلاتا ہے(18)۔ پسلیوں میں "جھکاؤ" اور قدرے خم مقصد فطرت کی تکمیل کی طرف خوبصورت اشارہ ہے۔

صلب اور ترائب کی لغوی تشریح کے بعد ہم اس طرف بڑھتے ہیں کہ قرآن مجید کے اس بیان سے مراد کیا ہے کہ مادہ منویہ پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ مرد کا مادہ اس کی پیٹھ سے نکلتا ہے اور عورت کا مادہ رقیق اور زرد رنگ میں سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ بچہ دونوں کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے(19)۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ مرد کا پانی اس کے دماغ سے آتا ہے اور خصیوں میں جمع ہو جاتا ہے(20)۔

علامہ رازی لکھتے ہیں کہ منی پیدا ہونے کا سب سے قوی عضو دماغ ہے۔ یہ مادہ دماغ سے نخاع میں آتا ہے۔ یہ ریڑھ کی ہڈی میں موٹا سا ریشہ ہے اسے ہی حرام مغز کہتے ہیں اسی کی شاخوں کو ترائب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ صلب اور ترائب سے اس نظام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے(21)۔

خطیب اور ابو سعود نے تھوڑا سا اس میں اضافہ کیا ہے کہ دماغ کے ساتھ دل بھی اس مادہ کو پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے(22)۔ یہ صحیح ہے کہ تمام اعضائے رئیسہ جو اس مادہ کی تخلیق اور تامین میں حصہ لیتے ہیں وہ صلب اور ترائب سے قریب تر ہیں اس لیے قرآن حکیم نے "بیسن لصلب والترائب" کی اصطلاح استعمال کی۔

صاحب تفہیم القرآن نے ڈاکٹر زکا ایک قول نقل کیا ہے جو جدید طب کے مطابق روح میں تسکین کا سبب بن جاتا ہے، وہ لکھتے ہیں(23):

"علم الجنین کی رو سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جنین کے اندر" انثیین "یعنی وہ غدود جن سے مادہ منویہ پیدا ہوتا ہے ریڑھ اور پسلیوں کے درمیان گردوں کے قریب ہوتے ہیں جہاں سے بعد میں یہ آہستہ آہستہ فوطوں میں اتر جاتے ہیں یہ عمل ولادت سے پہلے اور بعض اوقات اس کے کچھ بعد ہوتا ہے لیکن پھر بعد میں اس کے اعصاب اور رگوں کا منبع ہمیشہ بین الصلب والترائب میں رہتا ہے۔ بلکہ ان کی شریان پیٹھ کے قریب شہ رگ سے نکلتی اور پورے پیٹ کا سفر طے کرتی ہوئی ان کو خون مہیا کرتی ہے۔"

تیسرا سوال یہ تھا کہ آیت ایک باریک اور دقیق نظام کس مقصد کے لئے بیان کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت پہلی آیتوں کا تتمہ ہے۔ تینوں آیتیں دراصل ایک نظام کو غور و فکر کے لئے انسان کے سامنے رکھتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ غور و فکر کا سائنسی نظام زیر نظر لایا جائے۔ نطفے کے اندر لاکھوں موجود خلیے جو انسانی تخلیق کی بنیاد بنتے ہیں، خود ان میں کوئی عقل اور قدرت نہیں ہوتی، یہ اللہ علیم و خبیر ہی کا ہاتھ ہے جو اس کی نشوونما کرتا ہے۔ نطفہ رحم مادر میں مستقر ہونے کے بعد رحم کے خون ہی کو غذا بنا کر استعمال کرتا ہے۔ کچھ مدت گزرتی ہے تو ایک خوبصورت انسان جنم لیتا ہے جسم انسانی میں ہڈیاں دل و دماغ اور شعور اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔

سید قطب کتنی خوبصورت تصویر کشی کرتے ہیں!

انسان کی تخلیق میں جسم کے تمام خلیے انفرادی اور اجتماعی طور پر وہی کام سرانجام دیتے ہیں جو ان میں مرکوز ہیں۔ ان خلیوں میں وراثتی خصائص بھی چھپے ہوتے ہیں جن کا ظہور انسانی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ انسان کے جسم میں انسانی آنکھ ہی لگتی ہے نہ کہ حیوانی آنکھ، بعض خصائص آباؤ واجداد کی طرف سے جسم میں منتقل ہوتے ہیں یہ سب کچھ خالق کائنات ہی کرتا ہے قطرے کے انسان بننے تک، پیٹ سے نکل کر دنیا میں وارد ہونے تک کئی طویل سفر ہیں، عریض اور طویل راہیں ہیں جنہیں خالق ہی جانتا ہے یہ سب کچھ جاننے کا مطلب خالق کی تدبیر اور تقدیر پر ایمان پختہ کرنا ہے(24)۔

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

"یقیناً وہ اس کی بازگشت پر ہر طرح قدرت رکھتا ہے"۔

جمہور مفسرین نے آیت میں رجعه کے اندر ضمیر کا مرجع انسان قرار دیا ہے(25) اور مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ انسان کو موت کے بعد پلٹا کے پھر وجود کا جامہ پہنا دے۔ جو ذات پہلی مرتبہ ایک ناچیز سے اتنا حسین پیکر تیار کر سکتی ہے اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ سائنسی تحقیقات کے اس دور جدید میں ملحدین بڑی آسانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ تخلیق کائنات طبیعاتی اور کیمیائی قوتوں کے اندھے عمل کے نتیجے میں ممکن ہوئی ہے۔ ان کے نزدیک بذات خود انسان کی تخلیق بھی فورسز کا اندھا عمل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اندھا عمل ہوتا تو انسانوں کی نسل سے حیوانات پیدا ہوتے اور گدھے کی نسل انسان ہو جاتی اور اگر انسانوں میں کوئی گدھے کا بچہ نہیں اور چڑیوں کے انڈوں سے بطخیں پیدا نہیں ہوتیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق میں ترتیب اور تسویہ کسی دانا ذات کا شعوری فعل ہے اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی مضبوط دلیل ہے۔ ایک مفسر نے ٹھیک لکھا ہے دنیا کے تمام شہر، فیکٹریاں اور عظیم تخلیقات حادثے کے طور پر وجود میں نہیں آئیں اگر ان سب چیزوں کو حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا تو تخلیق انسانی سے لے کر تخلیق ارض و کواکب تک سب کچھ کو کس طرح حادثاتی عمل قرار دیا جا سکتا ہے(26)۔

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رجعه کے اندر ضمیر کا مرجع نطفہ بھی ہو سکتا ہے(27) یعنی جس ذات نے سب سے پہلے منی کو جن ذرات سے بنایا تھا اللہ انسان کو انہی ذرات کی طرف پلٹانے پر قادر ہے۔ آیت میں دعوت ہر دو صورتوں میں یہی ہوگی کہ جو پہلی بار بنا سکتا ہے اس کے لئے دوسری مرتبہ انسان کو تخلیق کا جامہ پہنا دینا کوئی مشکل نہیں۔

يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۙ
''وہ دن جب رازکی باتیں فاش کر دی جائیں گی''۔
ابن کثیر نے لکھا:
قیامت کے دن تمام پوشیدگیاں کھل جائیں گی، راز ظاہر ہو جائیں گے اور بھید آشکار ہو جائیں گے۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر عہد شکن اور خائن کی رانوں کے درمیان اس کے مذر کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو گا یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے''(28)۔
حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر راز آشکار ہو جائے گا اور پوشیدہ راز چہروں پر عیاں ہو جائیں گے(29)۔
سرائر کا کھل جانا اس پر دلالت فراہم کرتا ہے کہ بروز قیامت صرف ظاہری اقوال اور افعال پر ہی احتساب نہ ہو گا بلکہ دلوں کے کھوٹ ورنیتوں کے احوال کا بھی کھوج لگا کر مخفی گوشوں میں کیے اعمال کی حقیقت بھی بتادی جائے گی کل جب ہر راز نے کھل جانا ہے آج ہی اعضا وجوارح کو اللہ کی رضا کی خاطر استعمال کرنا چاہئے۔
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق چار چیزیں سرائر میں داخل ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جنابت کے بعد غسل۔ مالک وضو کو بھی سرائر میں داخل سمجھتے تھے۔ ابن عربی کے نزدیک انسان جو کچھ مخفی رکھنے کی کوشش کرتا ہے وہ سرائر میں داخل ہے(30)۔
سید قطب لکھتے ہیں:
''پوشیدہ بھید کھولے جائیں گے۔ ہر سوچنے والے کی سوچ ہر ارادہ کرنے والے کا ارادہ اور نیت رکھنے والے کی نیت اس کے سامنے ظاہر کی جائے گی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے جو سزا ملی ہے یہ تقاضائے انصاف کے خلاف ہے۔ پوشیدہ بھید یوں ظاہر ہوں گے جیسے رات کا مسافر اندھیرے سے نکلتا ہے اور ستارہ ظلمت کے پردوں کو پھاڑ کر باہر آ جاتا ہے''(31)۔
ابن عاشور نے لکھا:
''تبلی کا معنی امتحان لینا اور آزمانا ہے اور یہ بھی کہ کھرا کھوٹے سے جدا ہو جائے اور سرائر کا معنی مخفی امور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تمام عقائد اور خیالات اور نیات وعزائم محشر میں سب کا امتحان لیا جانے کا یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا''(32)۔
فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ
''نہ تو خود اس میں قوت ہو گی اور نہ کوئی مددگار ہو گا''۔
قیامت کے دن انسان کی بے بسی کی تصویر کشی کی جا رہی ہے کہ آدمی کے پاس اس دن کوئی ذاتی قوت ہرگز نہیں ہو گی وہ کسی بھی طرح اپنی مدافعت کرنے کے قابل نہ ہو گا۔ دنیا میں یہ ہو جاتا ہے کہ بے بس انسان کو کوئی خارجی قوت سہارا دے دیتی ہے لیکن بروز محشر کوئی شریک شفیع مدد اور حمایت کے لئے نہیں اٹھ سکے گا۔ احتساب کے وقت کڑے اور تلخ لمحوں میں اعوان وانصار کے تصور گم ہو جائیں گے۔ آیت ایک اللہ کی قدرت اور اس کے علیم وخبیر ہونے کی بات کرتی ہے۔ وہ خود ہی اگر کسی کو مدد سے نوازنا چاہے گا تو اس کے اذن سے ناممکن ممکن بن جائے گا لیکن انسان کو عقیدہ رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن اللہ کے احکام کے نفوذ کو کوئی قوت روک نہ سکے گی واللہ اعلم۔
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ
''اور چھم چھم برستے آسمان کی قسم''۔
امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں'' رجع '' بارش کو کہتے ہیں دریں صورت آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ قسم ہے آسمان کی جو بارش والا ہے۔ اسی تفسیر کو سمین حلبی نے اختیار کیا ہے اور ابو سعود نے بھی اس قول کو پسندیدہ قرار دیا(33)۔
بعض مفسرین نے '' الرجع '' سے آسمان میں رہنے والے فرشتے مراد لیے ہیں انہیں '' رجع '' سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ بندوں کے اعمال لے کر واپس لوٹ جاتے ہیں(34)۔
ابن کثیر نے قتادہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ اس جملے سے مراد آسمان کا ہر سال بندوں کا رزق لانا ہے(35)۔
ابن زید کے حوالے سے ابن کثیر نے لکھا کہ '' ذات الرجع '' سے مراد سورج، چاند اور تاروں کا طلوع ہونا اور پھر رجوع کر جانا ہے۔

خطیب شربینی نے ایک دلچسپ قول نقل کیا کہ اس قرآنی قسم کا مفہوم آسمان کا دوران ہے یعنی جہاں سے وہ حرکت کرتا ہے بالآخر وہیں واپس لوٹ آتا ہے۔ خطیب کے قول کو میں نے دلچسپ اس لیے لکھا کہ جدید سائنسی ماہرین کا نقطۂ نظر بھی اس سے ملتا جلتا ہے(36)۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ پوری کائنات تیز رفتاری کے ساتھ کھلتی جارہی ہے۔ اس کھلنے کے عمل کی ایک انتہا ہے جس پر پہنچ کر سکڑاؤ کا عمل جاری ہوجائے گا۔ نتیجۃً یہ سمٹاؤ اور سکڑاؤ تیز رفتاری سے اس مرکز کی طرف کھینچتا چلا جائے گا جہاں سے اس کا سفر شروع ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا منظر قرآن حکیم میں بیان کیا ہے کہ وہ دن جب ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے طومار سمیٹ لیا جاتا ہے(37)۔ سائنس دانوں کے مطابق مادوں کے اندر کشش ثقل کی وجہ سے جب مراجعت شروع ہوگی تو کائنات کنڈل در کنڈل اپنے نکتہ آغاز کی طرف رواں دواں ہو جائے گی پھر اندر کی یہ کشش ثقل ہر چیز نگل جائے گی لحاظ رجع سے مراد یہ ہے اندرونی کششوں کے نگلنے کا عمل ہے پھر جب ایک مرتبہ تباہی کے بعد اللہ کا حکم ہوگا سمٹے ہوئے کنڈل زوردار پھوار کے ساتھ کھل جائیں گے یوں ایک نئے شاندار وجود کا آغاز ہوگا(38)۔ واللہ اعلم۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾

"اور پھٹ کر بارش کو جذب کرنے والی زمین کی قسم"۔

زبیدی حنفی "الصدع" کا معنی کسی سخت چیز میں شگاف ڈالنا لکھتے ہیں(39)۔ راغب نے کہا تریڑ پڑ جانا صدع ہے(40)۔ کھول کر بیان کرنا بھی صدع ہے۔ المصادع سخت زمین پر نرم راستوں کو کہتے ہیں۔ صداع درد سر ہے جس سے سر پھٹا جارہا ہو۔ اس لفظ کا مادہ قوم کے متفرق ہونے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

عامۃ المفسرین نے زمین کے "ذات الصدع" ہونے سے مراد یہ لکھی ہے کہ زمین پھٹ کر نباتات اگاتی ہے۔ یہ صدع ہے(41)۔

سائنس دانوں کا کہنا یہ ہے۔ شمسی نظام میں ہماری زمین واحد ایسا سیارہ ہے جس پر زندگی پائی جاتی ہے۔ ساخت میں زمین سب سیاروں سے مختلف ہے۔ اس پر تقریباً ایک سو کے قریب مادے پائے جاتے ہیں۔ زمین اپنے مرکز پہ لوہے کے سیال مادہ سے بنی ہوئی ہے جو تباہی دباؤ کے اندر ہے۔ اوپر کی سطح پر پہاڑ اور سمندر قائم ہیں اوپر والی سطح صرف پچیس کلومیٹر کی موٹائی رکھتی ہے۔ اس کے نیچے گرم لاوا ہے۔ اس کے ظاہر ہونے سے پوری زمین تباہ ہوسکتی ہے۔ زمین کے اندر قیامت جب قائم ہوگی اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ کسی سیارے کے اس پر گرنے سے تباہی مچ سکتی ہے لاووں کے پھٹنے سے زلزلے تباہی مچا سکتے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق ہے جزوی قیامتوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔

"والارض ذات الصدع" کے اندر ممکن ہے اس ممکنہ نوعیت کی تباہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ قیامت واقع ہونے پر قبروں کے کھلنے کا مفہوم بھی اس آیت میں مراد لیا جاسکتا ہے(42) واللہ اعلم۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

"یقیناً وہ (قرآن) قول فصل ہے اور وہ مذاق کی بات نہیں ہے"۔

قول فصل سے مراد کیا ہے؟ سورت کا سیاق اور سباق بتاتا ہے کہ یہاں قول فصل سے مراد دوبارہ زندگی کا قول ہے۔ یہ بات قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی سے نوازے گا۔ یہ فیصلہ کن بات ہے مذاق نہیں۔ دنیا کی رنگینیوں میں مبتلا ہوجانے والے لوگ عبرت حاصل کریں(43)۔

سورہ طارق کا اول تا آخر مطالعہ اس احساس کو گہرا کردیتا ہے کہ آیات کے اسلوب میں اگرچہ تنوع ہے لیکن اس رنگا رنگی کے باوجود ایک ہی بات پر زور دیا گیا ہے کہ ایمانی زندگی مضبوط ہوجائے۔ تخلیق، تسویہ اور تقدیر کی نیرنگیاں پھر خوبصورت پیکر کا مٹی میں پیوند بن جانا اور پھر حیات میں مراجعت قرآنی دعوت کا مرکز ہے۔ یہاں نغز گوئی کی کتنی خوبصورت تعریض ہے کہ انسان کو غفلت کی دبیز سیاہیوں سے نکالنے کے لئے کہا جارہا ہے۔ یہ مذاق نہیں، ہنسی نہیں قطعی اور فیصلہ کن بات ہے کہ دوبارہ زندہ ہوکر احتساب کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہے۔

مفسرین نے قول فصل سے مراد قرآن حکیم کی آیات بینات بھی ہیں کہ یہ برحق کتاب ہے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ اس کی تنبیہات ایسی نہیں کہ کوئی ہنسی سمجھ کر گزر جائے حرف حرف حق اور عبرت کا آئینہ صدق نما ہے(44)۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾

"بے شک وہ لوگ طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں اور میں مضبوط و محکم تدبیریں کرتا ہوں"۔

یہ آیت حضور انور ﷺ کے لئے تسلی رکھتی ہے۔ اسلام دشمن لوگ جتنی بھی منحوس کوششیں کرتے ہیں کہ حقائق کا پرچم سرنگوں کردیں قرآن کریم انہیں مکر وحیلہ قرار دے کر سختی سے ان کی تہدید کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دشمن صبح شام آپ ﷺ کے حضور گستاخیاں کرتے، دین کو

مذاق تصور کرتے، حق کے ساتھ پیوستگی کو دیوانگی سمجھتے، سازشیں کرتے کہ اسلام کمزور ہو جائے اور اس دین کو ماننے والے لوگ بے دیار ہو جائیں۔ قرآن حکیم کہتا ہے کہ ان کی ہر کوشش بے انجام ہے۔ ان کی ہر سازش کا ڈاؤپلٹ کر انہی کی طرف جانے والا ہے اس لئے کہ اللہ رب العلمین کی اپنی خفیہ تدبیر ان کے ہرداؤ کو بے اثر کر رہی ہے۔ خدا کی تدبیریں ہر مکروکید پر غالب ہیں۔

کید کی دو قسمیں ہیں: ایک محمود ہے اور دوسری مذموم۔ یہ لفظ اکثر مذموم سازشوں اور تدبیروں ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن جب اس کلمہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مفہوم و مطلب تدبیر ہوتا ہے۔ مکر اور چال ایسے لفظ اللہ کی طرف منسوب کرنے بے باکی ہے جو نہیں ہونی چاہئے۔ رہا سوال یہاں خدائی کید سے مراد کیا ہے۔ مفسرین نے کہا ایسی مہلت جو دردناک عذاب پر منتج ہو "کید" ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دشمنوں کی سازشوں کو درہم برہم کرنا خدائی کید ہے یعنی خفیہ تدبیر ہے واللہ اعلم۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

"تو آپ کافروں کو مہلت دیں کچھ وقت تک کے لئے نرمی فرمائیں"۔

قرآن مجید مکر ساز، حیلہ گر اور ستم شعار کافرین کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کو مہلت دینے کا حکم دیتا ہے۔ اسلوب کلام کی تین صورتیں ہیں جو غور و فکر کا تقاضا کرتی ہیں:

پہلے حکم دینے کا ارشاد فرمایا تو عربی علم صرف کے مطابق باب تفعیل استعمال ہوا۔

دوسری مرتبہ مہلت دینے کی بات کی تو باب افعال استعمال ہوا۔

تیسری اور آخری مرتبہ "رویدا" کا لفظ استعمال کیا۔ یہ لفظ "رود" سے بنا ہے۔ اس کا اساسی معنی کسی چیز کی طلب میں بار بار آنا جانا ہوتا ہے۔ چکی کے دستے کو "رائد" کہتے ہیں۔ زبیدی حنفی نے یہ بھی لکھا کہ سفر میں پرسکون رفتار سے چلنا "رود" ہے۔ اس اعتبار سے "رویدا" کا مفہوم ہوگا کسی کام کو تھوڑی اور قلیل مدت میں سرانجام دینا۔ اگر دیکھا جائے تو راہ تبلیغ میں صبر اور تحمل کا یہ انتہائی بلیغ اسلوب ہے۔ جس کی طرف قرآن حکیم اشارہ کرتا ہے۔

باب تفعیل مہلت دینے میں تدریجی عمل اختیار کرنے کا عندیہ رکھتا ہے اور ممکن ہے مکر و فریب کی ہزاروں سیاہ اور دبیز صورتوں میں بھی مہلت کے عمل کو قائم رکھنے میں "اسوۂ حسنہ" کی جو خوشبو مہکتی ہے قرآن حکیم اسے موضوع سخن بنا رہا ہو۔

باب تفعیل کے بعد دوسری مرتبہ "باب افعال" لا کر مہلت دینے کی بات کی گئی اس میں "مدارات" کے عمل کو آفاقی بنانے میں قافلہ مسلمین کی تربیت ہے کہ وہ حق اور دین کی راہ میں جلد بازی سے پرہیز کریں اور بے تحمل اور غیر مناسب اقدامات سے اپنی تبلیغ کو بچائیں۔

تیسرا لفظ "رویدا" ہے اس میں جمالیاتی جاذبیت کے سرچشمے فیض بار ہو رہے ہیں گویا اللہ پاک فرما رہا ہے "محبوب ان کو تھوڑی سی مہلت دے دیں" آپ رحمت للعلمین ہیں آپ کی رحمت کا ہر تقاضا پوری طرح برافروغ ہو جائے۔ اگر گرفت میں جلدی ہوگی تو ان کا تو کام ہی تمام ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا ہے اسلام پرامن سوسائٹی کے "امن" کو فساد سے کسی بھی صورت میں نہیں بدلتا۔ اس کی اصل طاقت استدلال عمل اور تبلیغ ہی ہے جب تک کہ کافرین خود نہ فساد پہ اتر آئیں۔ جہاد کا مفہوم دفع فساد ہی ہے اور یہ کوشش عقل مند معاشرہ کے لئے محمود ہے جو اسلام میں ہمیشہ رہے گی۔

آسمان اور زمین کے خالق!
بارش کے ایک قطرے سے موتی تخلیق کرنے والے
رب!
آگ میں سمندر کیڑا
اور
سمندروں میں عقیل موتی بنانے والے موجد!
قطروں میں حسین صورتوں کو جلوہ گر کرنے والے
مالک!
آسمانوں پر جھلملاتے دئیوں کے خلاق
اور

زمین پر ناز بداماں پربتوں کو سجانے والے یحییٰ دمیت!
نوک ہلال پر طارق چمکانے والے!
بنانے والے رب!
پالنے والے رب!
بھیجنے والے رب!

اور

پھر اپنے پاس بلانے والے رب!
جب تیرے قول فعل کی ندا گونجے
شوق سے لبیک کی توفیق دینا
نفس مطمئن تیری آواز ہو
دھڑکن دل سے لبیک میرا ترانہ ہو
دنیا میں
دشمنوں کے ہر حیلے، ہر حربے اور ہر فساد کا رخ
انہیں کی طرف پھیر دے

اور

ان کے منحوس منصوبوں کو
اپنی حکمت، طاقت، قدرت اور فضل بر مخلصین سے بکھیر دے۔
پھیر دے۔
اور نقش برآب کی طرح بے تاریخ کر دے۔
معاف کر!
توفیق دے!
حفاظت فرما!
ظالموں، ستمگروں، حیلہ سازوں اور شظنت سے بھرے اعمال سے بچائے رکھ!
وہ آگ جو تو نے اپنے نبی کے دشمنوں کے لئے شعلہ بار کی ہے
خود کو ماننے والے
مسکینوں کو اس سے بچانا
بندے اور آقا کا کیا مقابلہ۔۔۔۔؟
تیری بخشش، عطا، مغفرت اور پیہم مدد کی سوغات چاہئے
آرزؤں اور دعاؤں کی تکمیل فرمادے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(1) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(2) تفسیر مظہری: قاضی ثناءاللہ پانی پتی
(3) تفسیر کبیر: رازی
(4) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(5) تفسیر سراج: خطیب شربینی

(6) روح البیان: اسماعیل حقی
(7) فی ظلال القرآن: سید قطب
(8) الدر المصون: سمین حلبی
(9) تفسیر کبیر: رازی ایضاً بیضاوی ایضاً آلوسی ایضاً ابن عطیہ
(10) روح البیان: اسماعیل حقی ایضاً مظہری ایضاً رازی وغیرہ ایضاً سیوطی
(11) روح البیان: اسماعیل حقی
(12) المحرر الوجیز: ابن عطیہ ایضاً رازی ایضاً ابن عجیبہ
(13) الدر المصون: سمین حلبی
(14) السراج: خطیب شربینی
(15) الدر المصون: سمینی حلبی
(16) تفسیر القرآن الحکیم: ابن کثیر
(17) لسان العرب: ابن منظور
(18) تاج العروس: زبیدی حنفی
(19) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(20) الجامع لاحکام: علامہ قرطبی
(21) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(22) تفسیر سراج: خطیب شربینی ایضاً ابو سعود
(23) تفہیم القرآن: مودودی
(24) فی ظلال القرآن: سید قطب
(25) تفسیر کبیر: رازی ایضاً آلوسی ایضاً بیضاوی ایضاً ابن عاشور ایضاً سمین حلبی ایضاً اسماعیل حقی
(26) تفہیم القرآن: مودودی
(27) تفسیر حقانی: مولوی عبد الحق ایضاً روح البیان ایضاً ابن عاشور
(28) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً قرطبی
(29) نضرۃ النعیم: علما کی ایک جماعت
(30) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی ایضاً آلوسی ایضاً روح البیان
(31) فی ظلال القرآن: سید قطب
(32) التحریر: ابن عاشور ایضاً معارف ایضاً سمینی حلبی
(33) تفسیر کبیر: رازی ایضاً سمین حلبی ایضاً ابو سعود ایضاً آلوسی
(34) مواہب الرحمٰن: سید امیر علی
(35) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(36) تفسیر القرآن: ابن کثیر سراج: خطیب شربینی
(37) القرآن الحکیم: انبیاء: 102
(38) قیامت اور حیات بعد الموت: سلطان بشیر محمود
(39) تاج العروس: زبیدی حنفی ایضاً لغات القرآن:
(40) المفردات فی القرآن: راغب اصفہانی
(41) تفسیر الکبیر: رازی ابن کثیر، ایضاً آلوسی ایضاً مظہری ایضاً سید قطب
(42) التحریر: ابن عاشور
(43) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً سید قطب ایضاً خطیب ابن عاشور
(44) السراج: خطیب شربینی ایضاً رازی ایضاً وھبہ ایضاً سید قطب ایضاً ابن عاشور

☆☆☆

اصلاح احوال کے لئے پانچ نکاتی نبوی منصوبہ

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن عبداللہ بن مسعود ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لا یحل لک ثم یلقاہ من الغد فلا یمنعہ ذلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علی بعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ای قولہ فاسقون ثم قال کلا واللہ لتامرون بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتاخذن علی یدی الظالم ولتاطرنہ علی الحق اطرا ولتقصرنہ علی الحق قصرا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الفتن باب الامر والنھی جلد:3،ص:247)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! بنی اسرائیل جب پہلے پہل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے آدمی سے ملاقات کرتا تو کہتا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور جس (برے) عمل کا مرتکب ہے اسے چھوڑ دے تیرے لئے یہ عمل جائز نہیں، پھر دوسرے دن اس سے ملاقات کرتا تو اس عمل سے منع نہ کرتا (بلکہ) اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ اور ہم نشین ہو جاتا، جب ان لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کر دیا''۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون تریٰ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خلدون ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیھم ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فاسقون (سورۂ مائدہ آیت 78 تا 81)

''لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر یہ بدلا ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی ہے یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر وہ ایمان لائے اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اتارا گیا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہت فاسق ہیں''۔ (کنز الایمان فی الترجمۃ القرآن امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ)

''اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم تمہیں ضرور بضرور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہوگا اور تمہیں لازماً ظالم کا ہاتھ روکنا ہوگا اور اچھی طرح حق کی طرف لڑنا اور حق پر کاربند رہنا ہوگا''۔

اس حدیث شریف میں چند الفاظ قابل غور ہیں۔

النقص :اس کا معنی مکان کا گر جانا، ہڈی توڑنا، کسی چیز کو پختگی کے بعد خراب کرنا ہے۔

اکیل: ہم نوالہ، ہم پیالہ، قعید ہم نشین۔

لتاطرنہ الی الحق: حق کی طرف واپس آنا۔

رسول اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کی تباہی کی وجہ بیان فرمائی اور امت مسلمہ کو اس تباہی سے بچنے کا طریقہ بتایا۔ جب کسی معاشرے میں برائی پھیلتی ہے تو اس کے ازالہ کے لئے مبلغین کی جماعت اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

یہ لوگ برائی کے مرتکبین کو برائی سے روکتے ہیں اور نیک اعمال کی ترغیب دیتے ہیں اور اس عمل کو مسلسل جاری رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں برائی کا قلع قمع ہوتا ہے اور نیکی رواج پکڑتی ہے چنانچہ ایک صالح معاشرہ قائم و دائم رہتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کا طور طریقہ یوں بتایا کہ ان میں سے کوئی شخص دوسرے آدمی میں برائی دیکھتا تو اسے اس عمل سے منع کرتا اور بتایا کہ یہ جائز نہیں ہے، لیکن راتوں رات اس پر شیطانی اثرات کا اس طرح غلبہ ہو جاتا کہ وہ دوسرے دن ان ہی لوگوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا۔ جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو اس خرابی پر قرآن مجید کی چار آیات مبارکہ سے تائید بھی پیش فرمائی۔

جب کسی قوم کو تباہی سے بچانے کے لئے ہدایات کے ساتھ ساتھ تباہ حال قوم کی بدکرداری کی مثال بھی دی جائے اور گذشتہ تاریخ پیش کر کے آئندہ کا لائحہ عمل بتایا جائے تو یہ انداز بہت موثر ہوتا ہے۔

اسی لئے حکمت و دانش کے اعلیٰ منصب پر فائز ہمارے پیارے آقا ﷺ نے اپنی امت کو جہاں تباہی و بربادی سے بچنے کے لئے لائحہ عمل دیا وہاں بنی اسرائیل کی تباہی کی وجہ ذکر کر کے ہمیں بتایا کہ تمہیں اس طریق کار سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی جو بنی اسرائیل نے اختیار کیا۔

یہ بات بھی واضح ہے جب کوئی شخص برائی سے روکتے روکتے یک دم اس سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور ان لوگوں کا ساتھی بن جاتا ہے تو اس کے پس پردہ کوئی لالچ یا خوف ہوتا ہے اس لئے ایسے لوگ حق بات کی تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یا تو کسی ظالم حاکم کے خوف سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں یا دنیوی مال ومتاع کی حرص ولالچ انہیں اس بات پر مجبور کرتی ہے۔

اسی لئے حضورﷺ نے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو درس دیتے ہوئے دو باتوں کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا: ایک تو ظالم کا ہاتھ روکنا اور دوسرا حق پر کاربند رہنا۔ جب کوئی شخص حق پر کاربند ہو جاتا ہے تو کوئی حرص اور کوئی خوف اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔

رسول اکرمﷺ نے قسم کے ساتھ تاکیدی انداز اختیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں ان امور کو ضرور اختیار کرنا ہوگا (جو میں تمہیں بتا رہا ہوں) پھر آپ نے پانچ باتیں بیان فرمائیں:

پہلی بات نیکی کا حکم دینا، دوسری بات برائی سے روکنا، تیسری بات ظالم کو ظلم کرنے سے روکنا، چوتھی بات حق کی طرف رجوع کرنا اور پانچویں بات حق پر قائم رہنا۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس امت کے خیر اور بہترین ہونے کا سبب قرار دیا گیا ارشاد خداوندی ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر (آل عمران:110)

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے بھلے کے لئے پیدا کیا گیا تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو''۔

ظالم کا ہاتھ روکنے کی کئی صورتیں ہیں۔ حکمران اپنی قوت سے، علماء، مبلغین اور اہل قلم اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے اور عامۃ المسلمین نفرت کے ذریعے جو ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے، ظالم کا ہاتھ روک سکتے ہیں۔

رسول اکرمﷺ نے بنی اسرائیل کا جو انداز بیان فرمایا آج ہمارے معاشرہ میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

ایسے لوگ جو بظاہر داعیان اسلام کا روپ دھارے ہوئے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، لیکن حرص ولالچ نے ان کو اندھا کر رکھا ہے انہیں حکمرانوں، اہل ثروت، سیاستدانوں، جھوٹے صوفیوں، ضمیر فروش علماء کی خرابیاں نظر نہیں آتیں اور وہ مسلسل ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے کا وطیرہ اختیار کئے ہوئے بظاہر امریکہ مخالف روش کا اعلان کرتے ہیں اور جب امریکہ کی طرف سے نہتے پاکستانیوں کے خلاف حملوں کے حوالے سے ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ یوں کہہ کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں کہ چونکہ ڈرون حملے حکومت کی مرضی سے ہو رہے ہیں اور ہم حکومت کے ساتھ اقتدار میں شریک ہیں لہٰذا اس پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے گویا وہ اقتدار کے مزے لوٹنے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس ظلم کو قبول کرتے ہیں اور اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے۔ امت مسلمہ آج ایسی ہی زر پرست اور اقتدار کے پجاری لوگوں کی وجہ سے زبوں حالی کا شکار ہے۔

اگر اہل علم اور دین سے وابستہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے تغافل کا شکار ہو جائیں گے اور حق بات کہنے سے ان کی زبانیں گونگی پڑ جائیں گی تو پھر کون ہے جو اس امت کو صراط مستقیم پر گامزن کرے گا۔ نبوت کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا ہے اس لئے پوری امت بالخصوص علماء ومشائخ، حکمران، اہل دانش اور صحافت کی دنیا سے تعلق رکھنے والے حضرات حق کی سربلندی، بداخلاقیوں کے قلع قمع اور اسلام دشمن قوتوں کی بیخ کنی کے لئے حق پر جمع ہوں اور اصلاح امت کا فریضہ انجام دیں۔

☆☆☆

کھول کر آنکھیں مرے ''آئینۂ گفتار'' میں ''آنے والے دور'' کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

تحریر و تفتیش:
صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری المعروف بہ سعید بدر معروف سینئر صحافی ہیں۔ انہوں نے مختلف قومی اخبارات، رسائل اور جرائد میں خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ نعت نگار بھی ہیں۔ کچھ عرصہ وہ ماہنامہ دلیل راہ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ سے انہوں نے ماہنامہ "دلیل راہ" میں "حالات حاضرہ واقعات کے آئینہ میں" کے عنوان سے لکھنے کا آغاز کیا ہے جس میں قومی، ملکی اور بین الاقوامی حالات پر روشنی ڈالی جائے گی اور دلچسپ تجزیہ و تبصرہ پیش کیا جائے گا۔ "دلیل راہ" کے قارئین کے لئے یہ ایک نیا اور دلچسپ اضافہ ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلہ سے قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور وہ اس کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

حکومت میں تبدیلی کی افواہیں

سابق وزیراعظم اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں نواز شریف نے پہلی بار کہا ہے کہ ''اگر موجودہ حکمران ناقابل اصلاح ہو چکے ہیں تو تبدیلی صرف آئینی طریقے سے آنی چاہئے۔ مگر موجودہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے ''میثاق جمہوریت کی طرز پر'میثاق پاکستان' کی تشکیل ہونی چاہئے جس پر تمام سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی اور معاشرے کے تمام طبقوں کا اتفاق رائے ہونا چاہئے۔

میاں نواز شریف کے بیان کے برعکس وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے تبدیلی کی افواہوں کو مسترد کیا ہے اور کہا ہے کہ پارلیمنٹ کا ہر رکن جمہوریت کا تحفظ کرے گا اور ٹیکنوکریٹس کی حکومت (ماہر شاہی) کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔ سیاسی جماعتوں کا کسی بھی مسئلے پر اختلاف رائے ہو سکتا ہے مگر جمہوریت پر کوئی اختلاف نہیں۔ تبدیلی کا شوشا سب سے پہلے لندن سے الطاف حسین نے چھوڑا تھا جنہوں نے پہلے ''محب وطن'' جرنیلوں کو مارشل لا طرز کی کاروائی کے لئے کہا، جب اس تجویز کی شدید مخالفت ہوئی تو انہوں نے پینترا بدلا اور یہ بیان دے دیا کہ اس کا آغاز عدلیہ کرے اور جرنیل اس پر عملدرآمد کرائیں اور اس کے بعد ٹیکنوکریٹس کی حکومت قائم کی جائے۔ الطاف حسین کی ان تجاویز کی نواز شریف اور ان کی جماعت نے پیپلز پارٹی سے بڑھ کر مخالفت کی۔

چند روز قبل شیخ رشید نے کہا ہے کہ جب ''بوٹوں والے'' آئیں گے تو پتا بھی نہیں چلے گا کیونکہ ان کے بوٹوں کے تلووں میں ''فوم'' لگا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آواز پیدا نہیں ہوتی۔ حقیقت یہی ہے کہ مارشل لا جب بھی آیا راتوں رات آیا البتہ جنرل مشرف کا مارشل لا عصر کے قریب لگا تھا۔ ورایں اثنا امریکہ کے خصوصی نمائندہ برائے افغانستان و پاکستان (درحقیقت امریکی وائسرائے) نے جو پاکستان کے دورے پر ہیں، کہا ہے کہ امریکہ پاکستان میں مارشل لا کا حامی نہیں، وہ جمہوریت سے تعاون جاری رکھے گا'' ہالبروک کے اس بیان پر پاکستانیوں نے شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ہالبروک نے سفید جھوٹ بولا ہے۔ امریکہ نے پاکستان میں فوجی حکومت کی ہمیشہ حمایت کی حتیٰ کہ ان ادوار میں خوب مالی امداد دی گئی اور فوجی سربراہوں کا امریکہ اور پوری دنیا میں شاندار استقبال کیا گیا۔ ''جیو'' کے پروگرام ''عمران خاں کے ساتھ'' پروگرام میں کہا گیا کہ رچرڈ ہالبروک امریکہ کے لئے اکیسویں صدی کے وائسرائے کا روپ دھارتے نظر آتے ہیں۔ گزشتہ 63 برسوں میں امریکہ نے کم از کم 63 مرتبہ جھوٹ بولا ہے کہ وہ جمہوریت کا حامی ہے۔

پاکستان میں پہلی فوجی حکومت ایوب خاں نے 1958 میں قائم کی اور اس نے امریکہ کو سب سے بڑا اور پر اعتماد اتحادی بتایا اور اعلان کیا کہ جمہوریت گرم موسم کو راس نہیں آتی'' لنڈن بی جانسن امریکا کے ہی صدر تھے جنہوں نے ایوب خان کو گلے لگایا اور ان کے وزیر خارجہ جان فوسٹر ڈلیس نے پاکستان کو ایشیا میں آزادی کا علمبردار قرار دیا اور پاکستان کی توقیر اتنی بڑھی کہ صدر جانسن حتیٰ کہ ملکہ الزبتھ نے بھی ایوب خان کی میزبانی میں پاکستان میں کئی دن گزارے۔ 1979 میں جب ایوب خان نے اقتدار اس وقت کے فوج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان کے حوالے کیا تو جمہوریت کے علمبردار امریکہ کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی اور اس وقت کے صدر رچرڈ نکسن نے جنرل یحییٰ اور پاکستان کو مضبوط اتحادی بنائے رکھا۔ 10 سال بعد امریکا کی پاکستان کے لئے ''عظیم محبت'' اس وقت جاگی جب ایک اور مارشل لاء کے نتیجے میں جنرل ضیاء الحق برسر اقتدار آئے۔ اس وقت کے امریکی صدر رونالڈ ریگن اور امریکی انتظامیہ جنرل ضیاء کا دم بھرنے لگی۔ مارشل لاء والے پاکستانیوں کی اہمیت اس حد تک بڑھ گئی کہ امریکی امداد حاصل کرنے والے ملکوں میں پاکستان کا نمبر صرف اسرائیل کے بعد آتا تھا اور وائٹ ہاؤس سے لے کر بکنگھم پیلس تک جنرل ضیاء الحق کے لئے عشائیوں کا اہتمام ہوتا تھا۔

یہی حال جنرل مشرف کی حکومت کا تھا۔ آغاز میں امریکہ نے دنیا کا منہ رکھنے کے لئے مخالفت کی لیکن 11/9 کے واقعہ کے بعد جب جنرل پرویز نے امریکہ کے تمام مطالبات مان کر سجدہ سہو کر لیا تو امریکہ نے اس کی بھرپور حمایت کی حتیٰ کہ اس کے دور میں 10 ارب ڈالر کی امداد دی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ امداد عوام پر خرچ نہ ہوئی۔ اس کے علاوہ مشرف پاکستانی افراد جن میں حوا کی بیٹیاں بھی شامل تھیں، امریکہ کے حوالے کر کے ڈالرز وصول کئے۔ ڈاکٹر عافیہ ان بدنصیبوں میں سے ہے جس کو بے گناہ ہونے کے باوجود 86 سال قید کی سزا سنا دی گئی ہے امریکی عدل و انصاف کا یہ درخشاں ثبوت ہے۔

بات ہو رہی تھی ملک میں تبدیلی کی۔ ایک تجویز یہ ہے کہ عدم اعتماد کی تحریک کے ذریعے تبدیلی لائی جائے لیکن اس کے لئے متحدہ اور جے یو آئی کو ساتھ ملانا ضروری ہوگا کیونکہ پی پی پی کی حکومت انہی کے سہارے کھڑی ہے۔ متحدہ کے ارکان کی تعداد 25 ہے اور جمعیت کے 7، جبکہ مسلم لیگ ن کے 91 ارکان پارلیمنٹ ہیں۔ امکان ہے کہ پی پی پی کے 10 ارکان بھی ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ اس طرح یہ تعداد

133 ہو جائے گی۔ پیپلز پارٹی کے اپنے ارکان کی تعداد 124 ہے جبکہ حکومت سازی کے لئے 172 ارکان کی ضرورت ہے۔ حکمت کاروں کا کہنا ہے کہ متحدہ اور جمعیت کے الگ ہوتے ہی پی پی پی کی حکومت قائم نہیں رہے گی۔ مسلم لیگ ق کے ارکان کی تعداد 54 ہے، اگر وہ بھی ساتھ دیتے ہیں تو کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بہر حال جو کچھ ہوگا جلد سامنے آجائے گا ورنہ ''زرداری'' اور گیلانی کی کرپٹ حکومت تو برقرار ہی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بہر حال اپنی مدت پوری کریں گے۔ پیر پگاڑا نے بھی جو ذومعنی بیان دینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے کہا ہے کہ زرداری کی حکومت مضبوط ہے، شاید اس لئے فنکشنل لیگ کو سینٹ میں حال ہی میں ایک سیٹ مل گئی ہے ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی تعاون کا نتیجہ ہے۔ پیر پگاڑا نے ایک ہی سانس میں یہ بھی کہا ہے کہ ''فوج تیار ہے'' لیکن اس کے لئے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ''جب وقت آئے گا'' دیکھئے یہ وقت کب آتا ہے۔ پیر پگاڑا جی ایچ کیو کے ''آدمی'' ہونے پر ہمیشہ فخر کرتے ہیں۔ تبدیلی کی خبروں میں کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے کیونکہ پی پی پی کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں وزیر اعظم اعتماد کا ووٹ منظور کرائیں۔ اسی طرح صدر کے لئے بھی اعتماد کا ووٹ حاصل کیا جائے۔

بہر حال ہوہ رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔

تادم تحریر زرداری، گیلانی اور جنرل کیانی کی ملاقات ہوئی جس میں کرپشن ختم کرنے کے وعدے پر حکومت کو کچھ تو سپیس مل گئی ہے۔

☆☆☆

سیلاب میں فوج کا شاندار کردار

پاکستان میں سیلاب کی ناگہانی آفت نازل ہوئی تو عوام اور دیگر بہت سے نجی اداروں نے اصلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن مجموعی طور پر وفاقی حکومت کے مقابلے میں افواج پاکستان کے جوانوں اور افسروں کا کردار زیادہ نمایاں اور شاندار رہا۔ فوج نے جنوبی وزیرستان، سوات اور فاٹا کے دیگر علاقوں میں دہشت گردوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے باوجود سیلاب سے گھرے ہوئے لوگوں کو نکال کر محفوظ مقامات تک پہنچانے، انہیں کھانے پینے کے لئے خوراک مہیا کرنے، جائے پناہ کے لئے خیمے فراہم کرنے، ٹوٹے پھوٹے راستوں اور سڑکوں کی مرمت کرتے اور ناقابل رسائی علاقوں میں پہنچ کر متاثرین کی ہر طرح امداد کرنے کا کام سرانجام دینے کے علاوہ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے بھی امدادی سامان پہنچایا اور بعض دشوار گذار راستوں کے باوجود لوگوں کو سیل بلا سے باہر نکالا۔ سامان خوراک اور دیگر امدادی سامان سے بھرے ہزاروں ٹرک متاثرہ علاقوں میں بھیجے اور بھوکے پیاسے لوگوں کو خوراک اور پانی مہیا کیا۔ فوج کے جوانوں نے ریسکیو کے معاملے میں ایسی عمدہ مثالیں پیش کیں کہ جنہیں اخبارات میں پڑھ کر یا میڈیا پر دیکھ کر رشک آتا تھا اور ان کے لئے لوگوں کے دل سے دعائیں نکلتی تھیں۔

بی بی سی کی حالیہ رپورٹ کے مطابق، امریکی اداکارہ انجلینا جولی نے انکشاف کیا کہ ''اسے یہ تاثر ملا ہے کہ جیسے فوج کی امدادی کارروائیاں حکومت سے الگ تھلگ ہیں''۔ انجلینا جولی نے اسلام آباد کے قریب افغان مہاجرین کی ایک کچی بستی کے دورے کے موقع پر یہ بات کہی۔ انجلینا نے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''جہاں تک وہ سمجھتی ہیں، فوج امدادی سرگرمیوں میں بہت متحرک رہی ہے۔ انہوں نے جو بھی کردار ادا کیا، وہ قابل تعریف ہے، لیکن یہ مہم حکومت سے علیحدہ نظر آتی ہے۔''

بی بی سی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کے بعض اداروں کے اس دعویٰ کے باوجود کہ ''فوج حکومت کا حصہ ہے، اس لئے اس کی سرگرمیاں حکومت ہی کا حصہ ہیں''۔ کسی ایک مقام پر بھی حکومت اور فوج کے اہلکار اکٹھے نظر نہیں آتے۔ صدر آصف زرداری اکیلے ہی دورے کرتے رہے۔ یہی حال وزیر اعظم کا ہے۔ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے وہاں وزیر اعلیٰ پنجاب کی مہم بھی وفاقی حکومت سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ میاں شہباز شریف گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران میں ''بجلی کی سی پھرتی'' کے ساتھ کم و بیش ہر جگہ پہنچے، متاثرین کو امداد پہنچائی اور ان کی دلجوئی کی۔ ان کے کردار کی ہر دوست دشمن تعریف کر رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پی پی پی والے حسب عادت اسے ''سیاست'' قرار دے رہے ہیں۔ اگر سیاست ہے تو سیاست ہی صحیح، اس طریقے سے متاثرین کو امداد تو مل رہی ہے اور لوگ وزیر اعلیٰ کو اپنے درمیان پا کر خوش ہوتے ہیں۔

کور کمانڈر ملتان جنرل شفقات احمد نے کہا ہے کہ 15 ستمبر سے شروع ہونے والی سرگرمیوں میں فوج ابتدائی مرحلے میں ایک سو 100 ہسپتال، اور ایک سو سکولز کی مرمت اور بحالی کرے گی۔ اس سے قبل جنوبی پنجاب میں 100 کلو میٹر طویل ریلوے ٹریک کی بحالی میں

حصہ لیا ہے۔ پچھلے دنوں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے پی پی پی کے لاؤ لشکر کے ساتھ حسب معمول ملتان گئے تو کور کمانڈر جنرل شفقات نے سیلاب کی تباہ کاریوں اور فوج کے کردار پر انہیں بریفنگ دی۔ اس بریفنگ میں عوام کی طرف سے فوج پر اعتماد کے اظہار کی متعدد مثالیں پیش کی گئیں۔ وزیراعظم کو بتایا گیا کہ جنوبی پنجاب میں 16 لاکھ متاثرہ افراد کو پاک فوج نے مختلف اداروں اور این جی اوز کے تعاون سے خوراک فراہم کی۔ مظفر گڑھ، راجن پور، لیہ، اور ڈیرہ غازی خاں میں ہزاروں لوگوں کی جانیں بچائی گئیں اب فوج کی کارکردگی سے متاثر مخیر حضرات آگے آرہے ہیں اور فوج کو پیشکش کر رہے ہیں کہ وہ ایک ایک گاؤں کی کفالت اپنے ذمہ لیں گے۔

فوج کے اس شاندار اور قابل رشک ''کارنامے'' کے باوجود پی پی پی کے بعض وزراء اور اہلکار چیں بجبیں ہیں اور وہ اسے اپنے اور حکومت کے کریڈٹ میں ڈال رہے ہیں۔ ایک وزیر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ سیلاب میں فوج نے امدادی سرگرمیوں میں حصہ لیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ فوج اس کا کریڈٹ اسے اپنے کھاتے میں ڈال لے۔ اگر فوج نے ''کچھ'' کیا ہے تو اس کا کریڈٹ حکومت کو جاتا ہے۔ ایک ''ادارے'' کی کارکردگی کو اتنا کیوں اچھالا جا رہا ہے؟ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس تشہیری مہم میں انہیں 'مارشل لاء' کی بو آرہی ہے۔ وہ اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہتے رہے جنہیں ورطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

☆☆☆

پاکستان کا جاری بحران

عالمی شہرت یافتہ امریکی ماہر مائیکل کریپن نے پاکستان کے بارے میں اپنی ایک تحریر میں پیشین گوئی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''پاکستان میں موجودہ بحران جس قدر طویل مدت تک جاری رہے گا، پاک فوج کے لئے اس سے نمٹنا اسی قدر مشکل ہوتا جائے گا'' مائیکل کریپن نے اپنے کالم میں مزید لکھا ہے کہ ایک بار پھر ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان کے سیاسی رہنماؤں نے اپنے لئے تو بہت کچھ کیا لیکن ملک کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر ان حالات میں فوج نے حکومت سنبھالی تو اسے سے صرف فوج ہی کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔

امریکی ماہر نے سابق سوویٹ یونین کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ سوویٹ یونین کے خاتمے کا عمل اس کے ٹوٹنے سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا لیکن کسی نے سنجیدگی سے نوٹس ہی نہ لیا۔ سوویٹ یونین میں خرابی اس حد تک پھیل چکی تھی کہ میخائیل گورباچوف کی اصلاحاتی کوششیں بھی ریاست کو سہارا نہ دے سکیں۔ کریپن نے یہ بھی کہا ہے کہ مستقبل میں پاکستان اور بھارت کو لاتعداد بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پاکستانی افواج ایسی شورشوں سے نمٹنے کی عادی نہیں۔

☆☆☆

وزیراعظم، وزرائے اعلیٰ انتخابی مہم حصہ نہیں لے سکتے

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے وزیراعظم، چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، وزراء اور حکومتی شخصیات پر پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ الیکشن مہم میں حصہ نہیں لے سکتے۔ اس کے علاوہ الیکشن شیڈول جاری ہونے کے بعد، سرکاری اہلکاروں کا تقرر اور تبادلہ، سرکاری وسائل کے استعمال اور انتخابی حلقوں میں ترقیاتی منصوبوں کے اعلانات پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر توہین عدالت کے مترادف کارروائی ہوگی۔ پولیس، رینجرز، فوج اور ایف سی کو حساس پولنگ اسٹیشنوں کے اندر تعینات کیا جا سکے گا۔ یہ تمام فیصلے چیف الیکشن کمشنر جسٹس، حامد علی مرزا کی زیر صدارت منعقدہ الیکشن کمیشن کے اجلاس میں کئے گئے۔ سیکرٹری الیکشن کمیشن نے کہا کہ الیکشن کمیشن ضابطہ اخلاق پر پابندی سے عمل درآمد کرائے گا اور اگر کسی طرف خلاف ورزی ہوئی تو توہین عدالت کی کارروائی کی جائے گی۔

الیکشن کا حالیہ فیصلہ بہت بروقت اقدام ہے کیونکہ گزشتہ 2 برسوں میں جتنے ضمنی انتخابات ہوئے، سبھی میں وزیراعظم سمیت سرکاری اہلکاروں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرضی کے نتائج حاصل کئے۔ فریق مخالف نے دھاندلی اور سرکاری وسائل کے استعمال کے الزامات لگائے۔ خدا کرے الیکشن کمیشن اپنے ان فیصلوں پر عملدرآمد کرا سکے کیونکہ پاکستان میں عمدہ قوانین تو بہت بن جاتے ہیں لیکن ان پر عملدرآمد نہیں ہوتا اس وطن عزیز میں چار پانچ مرتبہ آئین کو منسوخ اور پامال کر کے فوج نے اقتدار پر قبضہ کیا حالانکہ فوج کا ہر افسر یہ حلف اٹھاتا ہے کہ وہ آئین کی پاسداری کرے گا۔ 1977 میں الیکشن کمیشن کی موجودگی میں بھٹو نے رسوائے زمانہ دھاندلی کی جس کے نتیجے میں تاریخی تحریک چلی۔

☆☆☆

''ف''اور''ق''لیگوں کا انضمام

فنکشنل لیگ (ف) کے پیر پگاڑا اور ق لیگ کے چوہدری شجاعت نے اپنی جماعتوں کے باہم ادغام کا اعلان کر دیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ یہ صرف اتحاد نہیں بلکہ انضمام ہوگا۔ انہوں نے نئی جماعت کے لئے آل پاکستان مسلم لیگ نام تجویز کیا ہے۔ دراصل چوہدری شجاعت نے مسلم لیگ ق کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ کنگری ہاؤس میں پیر پگاڑا سے ملاقات کی۔ دونوں رہنماؤں نے اعلان کیا کہ مسلم لیگ کے دیگر دھاڑے باہم ملیں یا نہ ملیں، ق لیگ اور ف لیگ آپس میں مل گئے ہیں۔ اب ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کا اتحاد وقت کی ضرورت ہے۔ دیگر دھڑے کو ساتھ ملانے کے لئے ان سے رابطہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا جو بھی دھڑا شامل ہونا چاہتا ہے اس کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ آئندہ ہماری حکومت قائم ہوگی۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ایسا تجربہ ہو چکا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ چوہدری ظہور الٰہی نے پیر پگاڑا کو مسلم لیگ کی قیادت پیش کی تھی اور آج ان کے بیٹے شجاعت حسین، اپنے باپ کی تاریخ کو دہرا رہے ہیں۔ مسلم لیگ ن کے سینئر پرویز رشید نے کہا کہ ق لیگ اور فنکشنل لیگ کا انضمام صفر جمع صفر ہے۔ یہ دونوں جماعتیں اس وقت ہی صفر ہو گئی تھیں جب مشرف فرار ہوا تھا۔ مسلم لیگ ن اصول پسند جماعت ہے جو ق لیگ سے کبھی اتحاد نہیں کر سکتی۔ احسن اقبال نے کہا یہ اتحاد قابل ذکر بات نہیں۔ ایسے اتحاد پہلے بھی بیس بار ہوتے رہے ہیں۔

عوامی لیگ کے شیخ رشید نے کہا ہے کہ یہ اتحاد خوش آئند ہے۔ ہماری پارٹی عوامی لیگ بھی جلد ہی انضمام کا فیصلہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگیوں کے اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ نواز شریف ہیں۔ ہم خیال لیگ کے سیکرٹری جنرل ہمایوں اختر نے کہا ہے کہ قوم چاہتی ہے کہ تمام لیگیں اکٹھی ہو کر ملک و قوم کی خدمت کریں۔ ہم تو پہلے لیگی دھڑوں کے اتحاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ملک کو بچانے کے لئے مسلم لیگیوں کو ہر حال میں متحد ہونا پڑے گا۔

اب تک کے حالات بتاتے ہیں کہ میاں نواز شریف، کبھی بھی کسی اتحاد میں شامل نہیں ہوں گے اور نہ وہ اپنی پارٹی کا کسی دوسری مسلم لیگ انضمام یا ادغام کریں گے۔ گزشتہ انتخابات کے نتائج کے بعد ق لیگ کے رہنماؤں پرویز الٰہی اور شجاعت نے آغاز میں بہت کوشش کی لیکن نواز شریف نے ٹھکرا دیا۔ ان کا مؤقف ہے کہ ہم غداری کرنے والوں کو اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے۔ انتخابات 2008 میں ق لیگ کو 54 نشستیں ملی تھیں لیکن ان میں اکثریت نے ہم خیال کے نام سے الگ دھڑا اپنا لیا جو ''در پردہ'' نواز شریف کا حامی ہے۔

حقائق کا تقاضہ ہے کہ تمام دھڑے متحد ہو جائیں تو وہ آج بھی وفاق میں اپنی حکومت بنا سکتے ہیں لیکن خرابی یہ ہے کہ کوئی دھڑا ''قیادت'' سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ نواز شریف کا دھڑا چونکہ نسبتاً مضبوط ہے اور اس کی قومی اسمبلی میں 95 سیٹیں ہیں اس لئے وہ اپنی شناخت کھونے کے لئے تیار نہیں اور اسے زعم ہے کہ آئندہ انتخابات میں میرے کامیاب ہوں گے۔ دیکھئے نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ دریں اثنا الیکشن کمیشن نے کہا کہ آل پاکستان مسلم لیگ کا نام استعمال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مشرف پہلے ہی اس نام کے لئے درخواست دے چکا ہے۔ مزید براں کمیشن کے ہاں مسلم لیگ ق کے نام سے کوئی پارٹی رجسٹرڈ نہیں۔ ف اور ق کے انضمام کی صورت میں ان کے منتخب ممبران سیٹوں سے محروم ہو جائیں گے۔

☆☆☆

پادریوں کی طرف سے کمسن بچوں کے ساتھ زیادتی پر پاپائے روم بینی ڈکٹ کے خلاف لندن میں مظاہرہ

ویٹیکن (روم) کے سربراہ پوپ بینی ڈکٹ نے گزشتہ دنوں برطانیہ کا دورہ کیا تو دس ہزار افراد نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا اور نعرے لگائے جن میں یہ نعرہ بھی شامل تھا۔

''پوپ بچوں سے زیادتی کرنے والے دنیا کے سب سے بڑے گینگ کا سربراہ ہے''۔

پوپ نے کہا ہے کہ ''بچوں سے زیادتی ناقابل معافی جرم ہے۔ ہم چرچوں میں بچوں کو زیادتیوں سے بچانے کے اقدامات جاری رکھیں گے۔ پوپ نے لندن میں قائم ویٹی کن کے سفارت خانے میں، پادریوں کی زیادتیوں کا شکار ہونے والے 5 افراد سے ملاقات کر کے رنج و غم کا اظہار کیا۔

ایک امریکی خاتون باربرا ڈورس نے کہا ہے، پوپ زیادتیوں پر معافیاں مانگتے رہتے ہیں مگر انہیں روکنے کے لئے عملی اقدامات نہیں

کرتے۔ عیسائیت میں صدیوں سے "راہبوں اور راہباؤں (Nans) "کا نظام قائم ہے۔ یہ لوگ "تارک الدنیا" ہونے کا عہد کرتے ہیں اور عبادات میں مستغرق رہنے کا اعلان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثریت غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر "جنسی بے راہ روی" کا شکار ہوجاتی ہے۔ بعض پادری ننوں کے ساتھ خفیہ تعلقات استوار کرلیتے ہیں اور بعض جن کو یہ موقع نہیں ملتا وہ کمسن لڑکوں کے ساتھ زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے "متاثرین" اور دوسرے لوگ ان کے خلاف آواز بلند کررہے ہیں لیکن اس کے باوجود اس قبیح برائی پر قابو نہیں پایا جاسکا۔

☆☆☆

وزیراعظم پاکستان کو ہالی وڈ فلموں میں کام کرنے کا مشورہ

اقوام متحدہ کی سفیر برائے خیر سگالی انجلینا جولی گزشتہ پاکستان کے دورے پر آئیں تو وہ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہیں ہالی وڈ کی فلموں میں کام کرنے کا مشورہ دے ڈالا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس کام کے لئے کافی موزوں لگتے ہیں۔ انجلینا جولی نے امریکہ کے خصوصی نمائندے رچرڈ ہالبروک کے کہنے پر پاکستان کا دورہ کیا تھا اور وہ سیلاب کے متاثرین سے ملی تھیں۔ وزیراعظم پاکستان نے انجلینا جولی اور ان کے لے پالک بیٹے کو قرآن پاک کا ایک ایک نسخہ پیش کیا۔ وزیراعظم نے ہالبروک کو بتایا کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ انجلینا جولی قرآن اور اسلام کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ وزیراعظم نے اخبار کے نمائندہ سے گفتگو کے دوران میں انجلینا سے ہونے والی بات چیت کی تصدیق کی اور کہا کہ "ممکن ہے کہ وہ مذاق کررہی ہوں" انہوں نے کہا کہ "پردۂ اس میں اگر اتنا ہی پرکشش تھا تو انہوں نے خود اسے چھوڑ کر انسانیت کی خدمت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟"

اس سے پہلے بھی ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا۔ ہالی وڈ کی اداکارہ انجلینا جولی نے جس دن وزیراعظم سے ملاقات کرنا تھی، اس روز بہت سارے لوگ ایوان وزیراعظم کے لان میں جمع تھے اور وزیراعظم کی آمد کے منتظر تھے، ایک وفاقی وزیر نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اداکارہ سے ہاتھ ملایا اور انہیں اپنا کارڈ پیش کیا جو انہوں نے اس وقت تو لے لیا لیکن جب اجتماع ختم ہوا تو وہ کارڈ زمین پر پڑا پایا گیا اور صفائی کرنے والوں نے وزیراعظم کے عملے کو پیش کردیا۔

☆☆☆

کالاباغ ڈیم اور گورنر پنجاب کی طرف سے پرزور حمایت

گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ کالاباغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں، میں ان کو صرف دس منٹ میں قائل کرسکتا ہوں کہ یہ ڈیم تعمیر وطن میں کس قدر مفید اور اہمیت کا حامل ہے"۔

اس سے قبل انہوں نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اگر این ایف سی اور اٹھارہویں ترمیم پر قومی جذبے کے ساتھ فیصلے کئے جاسکتے ہیں تو پھر کالاباغ ڈیم پر کیوں فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ گورنر سلمان تاثیر نے مزید کہا کہ بھاشا ڈیم کی تعمیر اپنی جگہ لیکن پانی اور بجلی کے بحران سے نمٹنے کے لئے کالاباغ ڈیم کی تعمیر ناگزیر ہے کیونکہ یہ ڈیم 600 ملین ایکڑ فٹ پانی اور تین سے چار ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرسکتا ہے۔ میں کالاباغ ڈیم کی بات کرکے مقدس کتاب کی بے حرمتی نہیں کررہا۔ ایک قومی منصوبہ کے لئے قومی جذبہ بروئے کار لانے کی بات کررہا ہوں۔ اس پر شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ہم نے وقت گزارنے کی حکمت عملی کا نتیجہ سیلاب سے بدترین تباہی کی صورت میں دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کالاباغ ڈیم کی مخالفت آمرانہ دور میں ہوئی اور اب جمہوری دور میں ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر بھارت سے سندھ طاس کا معاہدہ ہوسکتا ہے تو کالاباغ ڈیم پر صوبوں کے ساتھ افہام و تفہیم کیوں نہیں ہوسکتی۔ چھوٹے ڈیمز ہماری ضروریات پوری نہیں کرسکتے اور بھاشا کی تعمیر میں دیر لگے گی۔

لیکن کالاباغ جلد تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خالصتاً تکنیکی مسئلہ ہے اسے سیاسی نہیں بنانا چاہئے۔ کوئی محب وطن پاکستانی اس کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ آج دنیا کی نظر میں ہم پر لگی ہیں۔ ہمیں باہمی اختلافات بھلا کر آگے بڑھنا چاہئے۔

اس کے برعکس صدر زرداری نے کہا ہے کہ کالاباغ ڈیم پر فیصلہ صوبوں کی رضامندی سے ہوگا مگر خرابی یہ ہے کہ سندھ اور پختون خواہ بالخصوص دونوں صوبے کالاباغ کی تعمیر کے خلاف قراردادیں پاس کرچکے ہیں اور تعصب کا یہ عالم ہے کہ موجودہ سیلاب کے بعد جب کالاباغ

ڈیم کے حق میں آواز اٹھی تو پختون خوا کے ایک دو وزراء نے پرانی راگنی الاپتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہ ڈیم بن گیا تو سیلاب سے زیادہ تباہی ہوتی۔ دراصل اس مسئلہ کو ضد اور ''انا'' کا مسئلہ بنا دیا گیا۔

کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی مخالفت سب سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دور حکومت میں کی۔ ستر کے عشرہ میں کالا باغ ڈیم کی فیزیبلٹی رپورٹ تیار ہو کر چھپ گئی تھی۔ اس کی تعمیر کے لئے جنرل منیجر کالا باغ ڈیم مقرر ہو گیا۔ اس سے قبل برسوں کی تحقیقات کے بعد جائزے کا کام مکمل کیا جا چکا تھا اور وہاں کچھ تعمیرات بھی ہو چکی تھیں لیکن راتوں رات مطبوعہ ''فزیبلٹی رپورٹ'' واپس لے لی گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے تعمیر رکوادی ہے۔ اس کے بعد واپڈا کے ایک چیئرمین جن کا تعلق سابق صوبہ سرحد سے تھا، انہیں جب تیسری ٹرم کے لئے توسیع نہ ملی تو انہوں نے نوشہرہ پہنچ کر ولی خاں کو بھڑکایا جنہوں نے مخالفت شروع کر دی، ضیاء الحق نے ڈیم بنانا چاہا تو واپڈا کے اسی کا چیئرمین کے بھائی جنرل فضل حق گورنر سرحد نے اسے ''انا'' کا مسئلہ بنالیا اور تعمیر پھر رک گئی۔

وفاقی وزیر پیداوار برائے دفاع قیوم خاں جتوئی نے بھی کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمام صوبوں کو متفق ہو کر کردار ادا کرنا ہوگا۔ وریں اثنا سینیٹر سلیم، سیف اللہ نے بھی کئی بار اپنے بیانات میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو ملکی ترقی و خوش حالی کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس وزیراعظم یوسف رضا گیلانی پہلے تو حسب عادت ''گول مول'' بیان دیتے رہے لیکن جب گورنر پنجاب نے کھل کر حمایت کی تو انہوں نے یہ بیان داغ دیا کہ انہیں یہ بیان نہیں دینا چاہئے تھا، اس سے تین صوبے ناراض ہو جائیں گے۔ وزیراعظم کو یہ یاد نہیں رہا کہ س ڈیم سے نکلنے والی نہر سے جنوبی پنجاب کو بھی فائدہ ہوگا۔

امریکہ کے خصوصی نمائندہ ہالبروک نے بھی حالیہ دورہ پاکستان کے دوران میں کہا ہے کہ ''پاکستان کو ڈیمز بنانے کا فیصلہ کرنا ہوگا''۔ اگرچہ نہوں نے کالا باغ کا نام نہیں لیا تاہم کہا کہ ''سائٹ'' کا فیصلہ کرنا پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ بہرحال موجودہ بدترین سیلاب اور اس کی تباہ کاریوں نے ثابت کر دیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر ناگزیر ہے۔ پیپلز پارٹی کا دعویٰ ہے کہ وہ وفاقی پارٹی ہے اور اس کی پورے ملک میں جڑیں ہیں تو وہ اس مسئلہ پر صوبوں میں افہام و تفہیم پیدا کرے اور ڈیم تعمیر کرائے لیکن اگر اس کے لیڈروں نے بھی منافقت، مصلحت اور سیاسی شعبدہ بازی سے کام لیا تو پھر ملک و قوم کا خدا ہی حافظ ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ میاں برادران اس مسئلے پر آج کل منقار زیر پر ہیں حالانکہ پختون خواہ نام رکھنے کے مسئلے پر وہ اگر اے این پی سے سودا بازی کرتے تو یہ ڈیم تعمیر کیا جا سکتا تھا۔ ان دنوں پختون خوا کے مشہور حامی کالم نگار سلیم صافی نے اپنے کالموں میں متعدد بار لکھا کہ میاں نواز شریف اے این پی کی طرف سے پختون خوا کا مطالبہ تسلیم کر لیں اور ان سے کالا باغ ڈیم کی تعمیر پر رضامندی حاصل کر لیں لیکن اس سنہری موقع سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ جانے دونوں بھائی کالا باغ ڈیم پر کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں؟ لیکن این ایف سی ایوارڈ کے موقع پر شہباز شریف نے ''فراخدلی'' کا مظاہرہ کر کے فخر و مباہات کا اظہار کیا تھا۔

ہمارا مشورہ ہے کہ کم از کم اس مسئلہ پر پنجاب حکومت کو گورنر پنجاب سے متفق ہو جانا چاہئے کیونکہ گورنر صدر مملکت پر زور دے کر انہیں رضا مند کر سکتے ہیں۔ اس وقت ''ڈیم'' بہ مصالحت کے امکانات ''روشن'' ہیں اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو پھر یہ کبھی تعمیر نہیں ہوگا گویا Now or Never۔

☆☆☆

معروف عالمی جریدے اکانومسٹ کی رپورٹ

دنیا کے مشہور جریدے ''دی اکانومسٹ'' نے لکھا ہے کہ اگر پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی طرح دوسرے لوگ بھی محنت کرتے تو حالیہ سیلاب سے تباہی و بربادی کے اثرات کم کیے جا سکتے تھے۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف کو جنوبی پنجاب کے علاقے راجن پور میں متاثرین سیلاب کی بحالی کے کام میں مصروف عمل دیکھا گیا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر کے کھلے ہوئے دروازے سے باہر جھانکتے ہیں۔ خشک راشن کی بوری کو باہر کی طرف دھکیلتے ہیں اور نیچے پھینک دیتے ہیں۔ ایک، اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا۔ جب سے پاکستان میں سیلاب آیا ہے، شہباز شریف نے اپنا تقریباً ہر دن سیلاب زدگان کی امدادی سرگرمیوں میں گزارا ہے۔ ان کے مخالفین پاکستان کے دو کروڑ عوام کو متاثر کرنے والے اس سیلاب سے سیاسی فائدہ اٹھانے کا الزام لگاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان میں کچھ اور حکمران بھی شہباز

شریف جیسی محنت سے کام کرتے تو آج پاکستان اتنا تباہ حال نہ ہوتا۔ سیلاب کے مضمرات پاکستان پیپلز پارٹی کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہوں گے کیونکہ طغیانی کا زیادہ زور سندھ اور جنوبی پنجاب کے ان علاقوں میں رہا جو اس کا گڑھ سمجھے جاتے ہیں۔ سیلاب کی پیشگی وارننگ کے باوجود پیپلز پارٹی کے زیر تسلط سندھ حکومت کا قابل افسوس ردعمل پاکستان کی حکمران پارٹی کو خاص طور پر نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ سیلاب خیبر پختونخوا کے حکمرانوں کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس صوبے کی مخلوط حکومت کے بارے میں درست طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اس کا ردعمل سست روی کا شکار تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے سیلاب سے متعلق 2 خدشات ظاہر کئے ہیں ایک تو یہ کہ متاثرین سیلاب شدت پسندوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور اگر ہم نے اپنا کام ٹھیک سے نہیں کیا تو خطرہ ہے کہ متاثرہ علاقوں کے لوگ لاہور تک مارچ کریں گے اور امراء کو نہیں چھوڑیں گے۔ وفاقی حکومت نے بھی کوشش کی مگر اس کی رفتار مطلوبہ معیار سے کہیں سست تھی۔ نیشنل ڈیزاسٹر اتھارٹی کے پاس صرف ایک درجن عملہ اور چند کمپیوٹر تھے۔ مرکزی حکومت کی طرف سے اپنی ہنگامی امداد کی تشہیر کی کوشش نے ثابت کر دیا کہ وہ کسی قدر نا مقبول ہے۔ پارٹی کے قائد صدر آصف علی زرداری سیلاب کی آفت کے آغاز کے چند روز بعد فرانس میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے اپنے محل کے دورے پر شدید تنقید کی زد میں تھے۔ وہ کرپشن کے حوالے سے اپنی بے مثال اگرچہ غیر ثابت شدہ شہرت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم گیلانی کو جو کبھی بعض حلقوں میں زرداری کی متنازعہ شخصیت کا متبادل سمجھے جاتے تھے کو اپنے طور پر ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے صحافیوں کے ہمراہ کم از کم دو ایسے جعلی ریلیف کیمپوں کا دورہ کیا جن کا اہتمام صرف ان کے دورے کے لئے کیا گیا تھا۔

☆☆☆

قرآن پاک کا 7 سو سالہ قدیم قلمی

700 سالہ قدیم ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخے کو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کیا جائے گا۔ قلمی قرآن پاک کا یہ نادر نسخہ صادق آباد کے شہری سید میر فضل الٰہی فضلی کے پاس محفوظ ہے۔ اس قلمی نسخے کی لمبائی 149 سینٹی میٹر اور چوڑائی 145 سینٹی میٹر ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد 193 اور وزن 4 گرام ہے۔

☆☆☆

قرآن پاک کی بے حرمتی کے اعلان کا الٹا اثر

عرب ٹی وی کے مطابق عیسائی پادری کی طرف سے قرآن پاک کی بے حرمتی کے اعلان کا اثر یہ ہوا ہے کہ صرف واشنگٹن میں 180 غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔

☆☆☆

کبھی جھوٹ نہیں بولا، ثابت کریں تو مستعفی ہو جاؤں گا: قمر الزماں کائرہ

وفاقی وزیر اطلاعات کائرہ فرماتے ہیں کہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ہم نے سنا بھی ہے اور پرکھا بھی ہے۔ بزرگوں اور عوام کی یہ پختہ رائے ہے کہ جو شخص جھوٹ اور وہ بھی بار بار نہ بولے تو وہ سیاست دان نہیں۔ گویا یا تو وہ سیاست دان ہی نہیں یا پھر ''جھوٹے'' ہیں۔ دراصل آپ کا یہ بیان بھی ''جھوٹ'' ہے کیونکہ جو جھوٹ نہ بولے وہ کامیاب وزیر اطلاعات نہیں ہو سکتا کیونکہ ''اطلاعات'' بیشتر جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔ ویسے ''کائرہ'' کیا بلا ہے؟ شاید کاسٹ (قوم) ہے۔

☆☆☆

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

ابومحی الدین، ڈاکٹر منظور حسین اختر

قارئین ویلیل راہ کے لئے اس مرتبہ اس شخصیت کا انٹرویو پیش کیا جارہا ہے جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ علم سے عبارت ہے۔ علم ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، علم ہی ان کی کائنات اور علم ہی ان کی پہچان ہے۔ افق علم پر چمکنے والے اس روشن ستارے کا نام پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری ہے۔ میڈیکل تعلیم کو اسلامی تعلیمات پر قربان کرنے والے سید عبدالرحمٰن بخاری کا ریکارڈ ہے کہ اکثر 100 میں سے 105 نمبر حاصل کرتے رہے۔ 8ویں کلاس میں تھے کہ پہلی کتاب تصنیف کی۔ 9 سال کی عمر سے تقریر شروع کردی۔ میٹرک میں تھے کہ ایم اے کے طلباء کو پڑھاتے رہے۔ آپ کو 8 گھنٹوں میں عربی گرامر مکمل، دو دنوں میں قرآن پاک کی مکمل تفسیر پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ڈھائی سال میں مکمل درس نظامی کے ساتھ ایم اے کروانے اور دیگر شارٹ کورسز کے ذریعے علم سکھانے کی تکنیک بھی آپ نے متعارف کروائی۔ آپ کی عربی اور انگریزی کتب کے علاوہ صرف اردو زبان میں مطبوعہ کتب کی تعداد چالیس جبکہ غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد 480 سے زائد ہے۔ تو آیئے! علمی میدان میں سینکڑوں ریکارڈز کے حامل، امہ فاؤنڈیشن کے موسس و منتظم اعلیٰ پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری کی صحبت سے فیض حاصل کرتے ہیں۔۔۔ ادارہ

دلیل راہ: آپ دنیا میں کب تشریف لائے اور خاندانی پس منظر؟
بخاری صاحب: سب سے پہلے میں ماہنامہ "دلیل راہ" کا شکر گزار ہوں جس کی وساطت سے مجھے آپ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ دلیل راہ شوق سے پڑھتا ہوں، سب مضامین اچھے ہوتے ہیں خاص کر سید ریاض حسین شاہ کا اداریہ بہت خوب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات شاہ صاحب کا اداریہ دو دو مرتبہ بھی پڑھتا ہوں۔ اداریہ میں معاشرے پر جو گرفت ہوتی ہے اسے دل کی آواز سمجھتا ہوں۔ عصر حاضر میں اس چوٹ کی سخت ضرورت ہے۔ شاہ صاحب کی تفسیر بڑے اشتیاق سے دیکھتا ہوں غرضیکہ شاہ صاحب کی کرشماتی شخصیت اور آپ کی ٹیم کی محنت نے ماہنامہ "دلیل راہ" کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس پر سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

1961 میں میری پیدائش آزاد کشمیر کی تحصیل باندری کے ایک گاؤں میں ہوئی۔ بخاری سادات سے تعلق رکھتا ہوں۔ ننھیال کاظمی خانوادہ ہے۔ ددھیال و ننھیال دونوں جانب سلسلہ وار اولیاء کرام کی خاندانی روایت موجود رہی ہے۔ علمی و روحانی اعتبار سے دونوں خاندان عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ میرے دادا جان اور نانا جان دونوں ہی اپنے وقت کے بہت عظیم اولیاء اللہ میں سے تھے ان کی کرامات معروف ہیں۔

دلیل راہ: والدین کے متعلق، والد صاحب بھی عالم دین تھے؟
بخاری صاحب: والد گرامی روایتی تعلیم یافتہ نہیں تھے لیکن اللہ نے ذہانت کوٹ کوٹ کر عطا کی تھی حتیٰ کہ اس وقت لوگ انہیں انجینئر کہتے تھے، چونکہ خاندان پڑھا لکھا تھا، اس لئے دینی شعور اور روحانی و علمی مزاج پایا تھا، نیز اللہ تعالیٰ نے کمال بصیرت عطا کی تھی۔ عقائد پر گہری نظر رکھتے تھے۔ والدہ بچپن میں ہی جب 8 ماہ کی عمر تھی تو وفات پا گئیں۔ والدہ ماجدہ حافظ قرآن، دینی تعلیم یافتہ اور نہایت عابدہ و زاہدہ تھیں۔ کمال زہد و تقویٰ اور شان ولایت میں رابعہ عصر کہلاتی تھیں۔

دلیل راہ: ابتدائی تعلیم اور تعلیم کے مختلف مراحل؟
بخاری صاحب: پہلا قاعدہ منگلا میں اپنے ماموں جان سے پڑھا، پھر والد صاحب کے پاس کراچی شفٹ ہوا تو باقاعدہ تعلیم کا آغاز وہیں ہوا۔ دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی میں تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ ناظرہ، حفظ قرآن، درس نظامی، میٹرک (سائنس) اور FSC ڈی۔ جے سائنس کالج سے۔ کالرشپ پر کی، پھر میڈیکل کالج میں داخلہ ہو گیا ماموں جان کی خواہش پر دینی تعلیم کے اگلے مراحل میں "تخصص فی العلوم والاسلامیہ" کی کلاس میں داخلہ کے لئے لاہور منتقل ہو گیا۔ میری تعلیم کے معاملہ میں ماموں جان کا حصہ بہت نمایاں ہے۔ وہ شروع ہی سے میری تعلیم و تربیت میں غیر معمولی دلچسپی لیتے رہے۔

بادشاہی مسجد میں قائم علماء اکیڈمی اوقاف کی جانب سے "تخصص" کا اشتہار شائع ہوا تو میں نے بھی داخلہ ٹیسٹ میں حصہ لیا۔ 10 سیٹوں کے لئے 300 طلباء نے ٹیسٹ دیئے۔ اللہ کے فضل سے میرا نام بھی ان 10 طلباء میں شامل تھا۔ چنانچہ تخصص کا دو سالہ کورس وہاں سے کیا۔ تخصص کلاس کے ہر سمسٹر میں بحمد اللہ پوری کلاس میں فرسٹ پوزیشن حاصل کرتا رہا۔ اس سے پہلے درس نظامی میں بھی ایسا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ریکارڈ ہے کہ میرے اساتذہ نے اکثر مجھے 100 میں سے 105 نمبر دیئے ہیں، پھر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں 10 طلباء کی سیٹس تھیں جن کے لئے تقریباً 900 طلباء نے ٹیسٹ و انٹرویو دیا۔ اللہ کے فضل سے اس میں بھی میرا نام سر فہرست آیا۔ یہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے چار سالہ کورس کے ہر سمسٹر میں پوری کلاس کے اندر ہمیشہ فرسٹ پوزیشن حاصل کرتا رہا ہوں۔ فرسٹ پوزیشن گولڈ میڈل کے ساتھ L.L.M کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

دلیل راہ: آپ کی تعلیم میں آپ کے ماموں کا خاصا کردار ہے ان کے بارے میں کچھ تفصیلات سے آگاہی فرمائیں؟
بخاری صاحب: میرے دو ماموں ہیں اور دونوں ہی کا بچپن میں میری پرورش، دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت میں خاصا دخل ہے۔ چھوٹے ماموں جان کا میں داماد بھی ہوں اور ہمیشہ ان کی مہربانیاں میسر رہیں۔ بڑے ماموں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اسلام آباد میں ایک دینی و فلاحی انجمن اور تعلیمی درسگاہ کے بانی ہیں۔ قبلہ بابو جی صاحب گولڑہ شریف کی خاص شفقتوں اور غیر معمولی عنایتوں سے بہرہ ور رہے۔ میری تعلیم و تربیت میں انہوں نے کمال درجہ اپنی نوازشوں سے مجھے نہال کر دیا۔ میں ہمیشہ ان کا ممنون احسان رہوں گا۔

دلیل راہ: اساتذہ کے اسماء اور ان کے ساتھ تعلق کا رشتہ؟
بخاری صاحب: اساتذہ کی شفقت کے معاملے میں بہت خوش قسمت واقع ہوا ہوں۔ بے پناہ شفیق و مہربان اساتذہ نصیب ہوئے۔ حفظ میں

دلیل راہ شوق سے پڑھتا ہوں، سب مضامین اچھے ہوتے ہیں خاص کر سید ریاض حسین شاہ کا اداریہ بہت خوب ہوتا ہے

حافظ عبدالرشید صاحب دارالعلوم قمر السلام کراچی میں ایسے مہربان استاد کہ اپنے گھر سے کھانا کھلاتے ۔ اپنے بھائی کو میری دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا تھا۔ بڑی شفقت اور محبت سے مجھے حفظ کرایا۔ حفظ قرآن ہی میں قاری عبدالرحیم صاحب جو آج کل جدہ میں ہیں بہت مہربان رہے۔ اسی طرح تجوید میں قاری غلام حسین نے شفقتوں کا سایہ مرحمت فرمایا۔ میں چونکہ جسمانی طور پر کمزور تھا، انہوں نے دودھ اور بادام جامعہ سے میرے لیے خصوصی طور پر منظور کروائے۔ درس نظامی میں علامہ اللہ بخش اویسی جیسے عظیم اور بے مثال عالم دین، سکول میں میاں کمال الدین، دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ سید منظور شاہ ہمدانی، سید عظمت علی شاہ ہمدانی، سید ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، علامہ منتخب الحق قادری اور محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت، حافظ عبدالرحمان مدنی، ڈاکٹر حسن محمود شافعی مصری، استاد عبداللہ عزام شہید فلسطینی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، شیخ عبدالغفور محمود مصطفےٰ جعفر، شیخ عبدالحی زہران، استاد عبدالہادی سراج اور علماء اکیڈمی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر یوسف گورایہ و دیگر اساتذہ کرام نے نہایت شفقتوں اور محبتوں سے نوازا۔ پی ایچ ڈی کے معاملہ میں محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت نے اپنی بے مثال مہربانیوں کا ایسا گہرا نقش چھوڑا ہے کہ ہمیشہ ان کے لئے دعا گو رہتا ہوں۔ (اساتذہ کے ذکر پر آپ آبدیدہ ہوتے ہوئے فرمانے لگے) دراصل میں نے علم کتابوں کی بجائے اساتذہ کرام کی مہربانیوں سے سیکھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نصابی کتب پڑھنے میں کم رغبت رکھتا تھا صرف اساتذہ کرام کی عنایات فرحت پیدا کر دیتی تھیں۔ الختصر آج جو کچھ بھی ہوں اساتذہ کی مہربانی سے ہوں۔ میں اپنے ایک ایک استاد گرامی پر سو بار بھی جان نچھاور کر دوں تو کم ہے۔

دلیل راہ: زمانہ طالب علمی کا کوئی یادگار واقعہ؟

بخاری صاحب: درس نظامی کے ابتدائی دور میں 1974 کی بات ہے کراچی میں ساحل سمندر پر ایک بہت بڑی وہیل ساحل پر آ گئی۔ میری سرکردگی میں طلباء وہاں گئے۔ وہیل کو دیکھنے میں اتنے محو ہوئے کہ ساری رات اور اگلا دن بھی وہیں گذار دیا۔ اس کے بعد میں نے فارسی زبان میں "فیل عظیم الجثہ" مضمون بھی لکھا جس کی بڑی دھوم ہوئی۔

دلیل راہ: آج کے طلباء کے لئے کوئی سبق؟

بخاری صاحب: آج کے طلباء کو یہ ضرور کہوں گا کہ علم اور معلومات میں فرق کریں، علم تخلیقی استعداد کا نام ہے نہ کہ معلومات کی صورت میں حافظے کا بوجھ۔ تخلیقی فکر کی صلاحیت پیدا کرنا چاہئے۔ پڑھتے وقت سبق سے متعلق موضوعات پر غور و فکر کی صلاحیت پیدا کریں۔ رٹا مضر ہوتا ہے اور میں knowledge through character کا قائل ہوں میں علم اگر کردار میں نہ ڈھلے تو محض سوزِ دماغ ہے۔

دلیل راہ: دینی مدارس کے نصاب سے کیا آپ مطمئن ہیں اور کیا وہ موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے؟

بخاری صاحب: درس نظامی پڑھتے ہوئے بھی نصاب سے مطمئن نہ تھا۔ اسی وجہ سے درس نظامی کے تیسرے سال ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا" ہمارا دینی نظام تعلیم اور طلباء کا ہمہ جہتی دیوالیہ پن" اس سے آپ نظام تعلیم میں تبدیلیوں کی ضرورت کے حوالے سے میری شدت احساس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ 1988,89 میں اُمہ فاؤنڈیشن بنائی تو نظام تعلیم کی تشکیل نو کے لئے سیمینار کرائے، امہ فاؤنڈیشن کی جانب سے تیار کردہ نظام تعلیم پر سب متفق ہو گئے کہ اسے تنظیم المدارس کے ذریعے لاگو کیا جائے۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ انتہائی مختصر وقت میں زیادہ سے زیادہ علم آسان طریقہ کے ذریعہ طالب علم تک پہنچایا جائے۔ ہم نے 4 گھنٹوں میں عربی گرائمر مکمل پڑھائی۔ 52 لیکچرز میں عربی زبان 30 مختلف طریقوں سے پڑھانے کا ایک بالکل نیا اور اچھوتا منہاج وضع کیا جو بحمد للہ عملی تجربات سے انتہائی کامیاب اور بے مثال ثابت ہوا۔

دلیل راہ: بیعت کب اور کس سے ہوئے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

بخاری صاحب: میری بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں قیوم زماں حضرت خواجہ قاضی محمد صادق چیچوی قدس سرہ العزیز کوٹلی گلہار شریف سے ہے۔ 1983 میں جب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں طالب علم تھا تو پہلی بار روضہ رسول میں التجا کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! دل مطمئن نہیں ہوتا کسی ایسی برگزیدہ روحانی شخصیت تک رسائی عطا فرمائیں جو آپ کی بارگاہ میں مقبول ہو اور اپنے زمانے میں سب سے ممتاز و برگزیدہ۔ واپسی پر 10 دنوں کے اندر اندر ہی حیرت انگیز طریقے سے حضرت خواجہ قاضی محمد صادق چیچوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں جا پہنچا۔ پہلا تاثر ہی یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے التجا سن لی۔

دلیل راہ: تصوف کو ذریعے اصلاح معاشرہ کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟

بخاری صاحب: تصوف فی الواقع معاشرے کی اصلاح کے لئے وجود میں آیا۔ جس معاشرے میں صحابہ و متابعین تھے، وہاں تصوف کی بحیثیت ادارہ ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ تھے لیکن جب معاشرہ اسوہ رسول ﷺ سے دور ہوا اور تربیت یافتہ افراد

شاہ صاحب کی کرشماتی شخصیت اور آپ کی ٹیم کی محنت نے ماہنامہ ''دلیل راہ'' کو چار چاند لگا دیئے ہیں

کم ہوئے تو بطور ادارہ تصوف معرض وجود میں آیا۔ اگر تصوف اصلاح نہ کرے تو اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔

دلیل راہ: اصلاح مسلم معاشرہ کے لئے صوفیاء کے طریقے کے قائل ہیں یا آج کے میڈیا دور کے؟

بخاری صاحب: صوفیاء کا طریقہ سائنٹیفک ہے اور تصوف دنیا کی جدید ترین سائنس ہے۔ معاشرے کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے آج 21 ویں صدی میں بھی تصوف کا طریقہ سب سے برتر ہے لیکن افسوس ہم نے اس سائنسی منہاج کی قدر نہ کی۔ صوفیاء اپنے وقت کے کرداری معالج اور اعلیٰ درجہ کے سائیکوتھراپسٹ تھے۔ بہترین کردار ساز اور انسانیت کے لئے مربی کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج بھی موجود ہیں لیکن مقصد، معیار اور کردار کو Visualize نہیں کیا جا رہا۔ دراصل انسانی شخصیت کی روحانی جہتوں کا اقرار تصوف کا اقرار ہے اور تصوف کا انکار اپنی روح کا انکار ہے۔ تصوف روح کا تزکیہ کرتا ہے۔ ہر شخص کے اندر کچھ سچائیاں ہیں، ان سچائیوں کو تسلیم کرنا تصوف کو تسلیم کرنا ہے۔

دلیل راہ: تصوف کے منکرین کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

بخاری صاحب: تصوف کے منکرین ایک ایسی سچائی کے اقرار سے گریز کر رہے ہیں جو ان کے اپنے خون کی بوند بوند میں بھی رقصاں ہے، یہ تو ان کا خود اپنی فطرت کی اندرونی پہنائیوں سے گریز ہے اور ہاں تصوف کے منکرین ہمیشہ یاد رکھیں ان کا انکار تصوف کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ محرومی خود انہی کے اپنے مقدر گہنا دے گی۔ تصوف تو حضور اقدس ﷺ کی سیرت مطہرہ کا عکس دپرتو ہے۔ اس کے اجالے دن بدن بڑھتے ہی رہیں گے۔

دلیل راہ: مرید پر شیخ کے کیا حقوق ہوتے ہیں اور شیخ پر مرید کے کیا حقوق ہوتے ہیں؟

بخاری صاحب: پیر چونکہ رسول اللہ کا قائم مقام اور مرید کے لئے استاد، رہبر، روحانی معالج کا درجہ رکھتا ہے اس لئے مرید کو چاہئے خود کو پیر کے حوالے کر دے اور پھر پیر کا فرض ہے کہ مرید کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال دے اور اسے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے قابل بنا دے۔

دلیل راہ: دینی کام کرنے والوں کے بارے میں کوئی پیغام؟

بخاری صاحب: دینی کارکن کو دوسرے ساتھیوں سے ملکر کام کرنا چاہئے۔ رکاوٹیں اکیلے ہونے سے آتی ہیں کیونکہ اکیلے انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ ہمارے دور کا المیہ ہے کہ ہر شخص اکیلا کام کر رہا ہے۔ اتحاد، جماعت اور نظم وضبط کے فقدان نے بہت نقصان پہنچایا۔

دلیل راہ: اتحاد بین المسلمین کا حقیقی تصور کیا ہے؟

بخاری صاحب: اتحاد بین المسلمین کا بڑی شدت سے قائل ہوں اور اس کے لئے عملی طور پر جدوجہد بھی کرتا رہا ہوں۔ آج بھی ایسی ہر کوشش میں حاضر ہوں۔ اتحاد کا حقیقی تصور یہی ہے کہ اپنا عقیدہ نہ چھوڑو اور دوسروں کے عقیدوں کو نہ چھیڑو۔ مشترک دائروں میں مل کر کام کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور یہی میری نظر میں اتحاد بین المسلمین کا حقیقی تصور ہے۔ اختلاف تو ختم نہیں ہو سکتا مگر اس کے اندر ہی سے اتحاد کی راہیں تلاش کی جا سکتی ہیں۔

دلیل راہ: سیاسی طور پر اہل سنت کی موجودہ حالت کیسے سدھر سکتی ہے؟

بخاری صاحب: اہل سنت بکھرے ہوئے ہیں، ان میں نظم کا فقدان ہے۔ یہ بڑی سیاسی طاقت رہے ہیں، ان کے طاقت ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسے پہلوان اگر اکھاڑے میں نہ اترے تو اس کے پہلوان ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دراصل اہل سنت میں افرادی قوت موجود ہے لیکن تنظیم نہیں اور تنظیم بننے میں زیادہ وقت درکار نہیں۔ بس ذرا شعور کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔

دلیل راہ: کیا آپ نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا اور مزید یہ کہ کیا سیاست کے میدان میں علماء اور مذہبی طبقہ کو آنا چاہئے؟

بخاری صاحب: میں ذاتی طور پر سیاست میں حصہ نہیں لے سکا لیکن میرے خیال میں مذہبی لوگوں کو سیاست میں ضرور آنا چاہئے۔ دراصل میں سیاسی و مذہبی تقسیم کا قائل ہی نہیں۔ دین کے لئے کام ہر شعبے میں ہونا چاہئے اور سب سے بڑھ کر سیاسی میدان میں غلبۂ دین کے لئے کام کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

دلیل راہ: کشمیر سے کراچی اور پھر اسلام آباد سے لاہور تک کا سفر؟

بخاری صاحب: سفر زندگی کا لازمہ ہے۔ اس سے انمول حیرتوں کے دریچے کھلتے ہیں علم کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور کامیابی کے نئے امکانات روشن ہوتے ہیں۔ مگر میرا سفر تو غیر شعوری عمر کی ابتدائی گھڑیوں ہی میں شروع ہو گیا اور یہ اب تک جاری ہے۔ کشمیر سے کراچی تک اور کراچی سے لاہور پھر اسلام آباد تک کا سارا سفر اللہ تعالیٰ نے تلاش علم اور کسب فیض کا سفر بنا دیا۔ دیکھئے خدا کا یہ کیسا خوبصورت انعام ہے کہ سفر اپنے اختیار سے نہیں ہو رہا مگر قدم قدم علم کی راہوں پر جادہ پیمائی ہو رہی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک عظیم اساتذہ کی رہنمائی میسر آئی۔

دلیل راہ: ہم عصر احباب کے بارے میں کچھ کہنا پسند فرمائیں گے؟

بخاری صاحب: ہر ایک سے دلی محبت ہے۔ اگرچہ ملاقاتوں میں کوتاہیاں ہو جاتی ہیں لیکن میری محبت بے لوث، اخلاص اور احترام پر مشتمل ہے۔ میں اپنے ہم عصر ساتھیوں سے سیکھنا چاہتا ہوں اور اہل بصیرت کے حکم پر ہر طرح کی خدمت کو سعادت تصور کرتا ہوں۔

دلیل راہ: زندگی میں کون کون سی یادگار تحریکیں دیکھیں اور کن کن میں حصہ لیا؟

بخاری صاحب: 1971ء کے الیکشن میں ہم بچے تھے۔ نورانی صاحب کے لئے کام کیا۔ 1977ء میں جب کہ Fsc کر رہا تھا نورانی صاحب کے ساتھ بیس بیس دن رہا، ہفتوں گھر نہ جاتا۔ اسی طرح تحفظ ناموس رسالت تحریک میں حسب توفیق حصہ لیا۔ عمانوئیل کو تھر اتق و رسلمان رشدی کے خلاف تحریک میں حصہ لیا۔

دلیل راہ: آپ کی ازدواجی زندگی؟ شادی کب، اولاد کتنی؟

بخاری صاحب: 1981ء میں L.L.M کے پہلے سمسٹر میں زیر تعلیم تھا کہ ماموں زاد سے شادی ہوئی۔ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ ازدواجی زندگی خوشگوار گزر رہی ہے۔

دلیل راہ: بچوں کی دینی تعلیم کا اہتمام کیسے فرمایا؟

بخاری صاحب: اگرچہ میں اپنی کوتاہی تسلیم کرتا ہوں لیکن میرے بچوں میں دینی تعلیم کی زیادہ کمی نہیں۔ میں اپنے بچوں کو عربی گرائمر اور قرآن پاک کا ترجمہ اور بنیادی اسلامی تعلیم سے روشناس کرا چکا ہوں۔ علاوہ ازیں خدا کے فضل و کرم سے میرے بچوں کا مزاج دینی اور عبادات کا ذوق و شوق عمدہ ہے۔

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شاعر اور پسندیدہ شعر؟

بخاری صاحب: پسندیدہ شاعر علامہ اقبال، امام احمد رضا بریلوی اور محترمہ باجی پروین شاکر ہیں۔ میں ایف ایس سی کے زمانے میں پروین شاکر صاحبہ سے باقاعدہ اصلاح لیتا رہا ہوں۔ میرے طرز تحریر اور اسلوب نگارش میں ان کی بہت گہری چھاپ ہے۔ میں ان کے لئے بارگاہ الٰہی میں بہت دعا گو ہوں۔ پسندیدہ شعر:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

دلیل راہ: محبت کیا ہے؟

بخاری صاحب:

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں

چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

محبت اس کائنات کی فطرت ہے۔ ہر ذرہ کائنات، ہر قطرۂ سمندر اپنے اندر فطری قوت جاذبہ (Force of attraction) لئے ہوئے ہے۔ یہی محبت ہے جو نوع انسانی میں آکر غیر معمولی جذبات میں ڈھل جاتی ہے۔ محبت خدا کا لازوال انعام ہے۔ اس کا بدل پوری کائنات مل کر بھی نہیں ہو سکتی۔ جسے محبت نصیب نہیں وہ انسانیت سے عاری ہے۔

دلیل راہ: آپ کی نزدیک ''زندگی'' کی تعریف؟

بخاری صاحب:

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
اس زیاں خانہ میں تیرا امتحاں ہے زندگی

میں تو پتھروں کو بھی بے جان نہیں کہتا کیونکہ قرآن حکیم شاہد ہے کہ ان میں خشیت الٰہی ہے۔ دراصل محبت زندگی ہے اور زندگی محبت ہے۔ زندگی کے سندر روپ ہیں اور اس کا ہر روپ، بہت سندر ہے۔

دلیل راہ: زندگی کا وہ حصہ جسے آواز دینے کو جی چاہے؟

بخاری صاحب: بچپن

دلیل راہ: زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس کی؟

بخاری صاحب: یہ احساس ندامت رہتا ہے کہ کماحقہ دین کی خدمت نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ میری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دلیل راہ: پسندیدہ موسم

بخاری صاحب: بہار

دلیل راہ: چوبیس گھنٹوں میں کون سا وقت اچھا لگتا ہے؟

بخاری صاحب: سحر

دلیل راہ: زندگی کا خوبصورت ترین دن؟

بخاری صاحب: پہلی بار دہلیز در مصطفےٰ ﷺ پر حاضری کا دن

دلیل راہ: بار بار سمجھانے پر بھی اگر کوئی نہ مانے یا سمجھے تو کیا کرتے ہیں؟

بخاری صاحب: غصہ فطری بات ہے۔

دلیل راہ: بادل، بارش یا دھوپ کیا اچھا لگتا ہے؟

بخاری صاحب: بارش، فطرت کے نظارے، بہتی ندی، پہاڑ، سبزہ، اچھے لگتے ہیں بہت اچھے بلکہ بہت ہی زیادہ اچھے لگتے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے نئی زندگی مل گئی۔ ہمیشہ ایسے ماحول میں رہنا چاہتا ہوں اس لئے جب بھی کشمیر جاؤں میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے۔

دلیل راہ: بیرون ملک کن کن ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا؟

بخاری صاحب: حرمین شریفین، مصر، عرب امارات، مراکش، ساؤتھ افریقہ، چین، ہانگ کانگ، سنگاپور، ملائیشیا، ایران جانے کا اتفاق ہوا۔

دلیل راہ: بیرون ملک کوئی خاص واقعہ؟

بخاری صاحب: بہت سے واقعات ہیں۔ انتخاب مشکل ہے۔

دلیل راہ: ہانگ کانگ میں مصروفیت کے بارے میں کچھ بتلانا پسند کریں گے؟

بخاری صاحب: سٹی یونیورسٹی میں جمعہ پڑھاتا۔ امہ سیرت سینٹر میں درس قرآن دیتا۔ دو دن میں ظہر سے افطار تک مکمل قرآن پاک کی تفسیر بیان کی۔ ایک چرچ کے ساتھ فیلوشپ میں لیکچرز اور اسی طرح کی دیگر دینی سرگرمیوں میں وقت گزرا۔

دلیل راہ: گاؤں اچھے لگتے ہیں یا شہر؟

بخاری صاحب: شہری زندگی سے اکتاہٹ ہے۔ گاؤں جانے کو دل مچلتا ہے اور طبیعت بہت اچھی ہو جاتی ہے۔

دلیل راہ: چاندنی کیسی لگتی ہے؟

انسانی شخصیت کی روحانی جہتوں کا اقرار تصوف کا اقرار ہے اور تصوف کا انکار اپنی روح کا انکار ہے

بخاری صاحب: بہت اچھی لگتی ہے۔ کشمیر میں سینکڑوں راتیں ایسی گذریں کہ ساری رات باہر بیٹھا چاند کو دیکھتا رہتا۔
دلیل راہ: کامیابی کے لئے کس بات پر یقین رکھتے ہیں؟
بخاری صاحب:

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

دلیل راہ: زندگی میں کبھی کسی ناکامی کا بھی سامنا کرنا پڑا؟
بخاری صاحب: ناکامی کے بغیر کامیابی نہیں اور کامیابی کے بعد ناکامی یاد نہیں رہتی۔ خدا تعالیٰ سے زندگی کی اصل اور حقیقی کامیابی یعنی اخروی فلاح کی التجا ہے۔
دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ لباس؟
بخاری صاحب: شلوار قمیص

دلیل راہ: آپ کی پہلی تصنیف؟
بخاری صاحب: 1974.75 میں جب میں 8 ویں کا طالب علم تھا تو ولادت مصطفیٰ ﷺ نامی ایک کتاب تحریر کی جو شائع ہوئی اور مجھے آج بھی پسند ہے، بلکہ اس کتاب کا کچھ حصہ امہ سیرت انسائیکلوپیڈیا میں بھی شامل ہے۔
دلیل راہ: آپ کی سب سے پہلی تقریر؟
بخاری صاحب: 9 سال کا تھا جب محفل میلاد میں تقریر کی۔
دلیل راہ: شاگردوں کے بارے میں کچھ تفصیلات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔
بخاری صاحب: دارالعلوم میں دورِ طالب علمی میں ہی دیگر طالب علم مجھ سے پڑھتے۔ نیپا، ایڈمنسٹریٹو سٹاف کالج، پولیس اکیڈمی، علماء اکیڈمی، شریعہ اکیڈمی، امہ فاؤنڈیشن، درس نظامی کی کلاسز کو 8,10 اداروں میں پڑھایا۔ کثیر تعداد میں، ہر سطح کے، ہر طرح کے طالب علم ملے۔ ججز، بیوروکریٹس وکلاء، ڈاکٹرز، انجینئرز فوجی افسران سبھی طبقات کے تلامذہ کا میسر آنا خدا کا فضل و کرم اور خاص انعام ہے۔
دلیل راہ: ادارہ میں جس میں آپ نے سب سے پہلے تدریس شروع کی؟
بخاری صاحب: باقاعدہ تدریس کس کالج سے شروع کی نام یاد نہیں۔ میں میٹرک میں تھا جب ایم اے کلاسز پڑھاتا۔ 1985 میں ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی میں سید ریاض حسین شاہ کی دعوت پر اکیڈمی میں پڑھایا۔ یہ لمحات یادگار ہیں۔
دلیل راہ: علمی اور ادبی حوالے آج کل آپ کن موضوع پر لکھ رہے ہیں؟
بخاری صاحب: امہ سیرت انسائیکلوپیڈیا تیار کر رہا ہوں۔ پانچ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ امہ سیرت انسائیکلوپیڈیا خدا کے فضل و کرم سے ایک بے مثال اور لازوال کام ہے۔ اپنی نوعیت کا سب سے پہلا، منفرد اور اچھوتا کام جو سیرتِ مطہرہ پر سامنے آرہا ہے۔ میں خدا کے حضور اس توفیق

وانعام پر لاکھوں بار سجدۂ شکر بجالاتا ہوں کہ چودہ صدیوں کا لازوال قیمتی خزانہ سیرت مطہرہ پر مجھے نصیب ہوا۔ اس کے بعد قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے پارے کی تفسیر تجلیات قرآن کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور سورۃ نسا تک عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوجائے گی۔ اصول تفسیر پر ایک مکمل جلد شائع ہورہی ہے جو دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا کام ہوگا۔ انشاء اللہ۔

دلیل راہ: مطبوعہ تصانیف کی فہرست سے آگاہی فرمادیں؟

بخاری صاحب: مطبوعہ کتابوں کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ چند ایک کے نام اس فہرست میں عربی اور انگریزی کتابوں کے نام شامل نہیں ہیں۔

1۔ اُمہ سیرت انسائیکلوپیڈیا
2۔ اپنا رزق بڑھائیے
3۔ پانچ منٹ زندگی کے لئے
4۔ اسلامی آداب
5۔ کربلا۔ معراج عشق
6۔ لمعات قربانی
7۔ اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت
8۔ القصاص فی الفقہ الاسلامی
9۔ تفسیر تجلیات قرآن (پہلا پارہ)
10۔ استحسان
11۔ اسلامی معاشرہ میں حیثیت نسواں کا تاریخی جائزہ
12۔ جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ (افادات اعلیٰ حضرت)
13۔ ارمغان عقیدت (ہندو شعراء کا نعتیہ کلام)
14۔ عہد قرآن وشان محمد ﷺ
15۔ بیسویں صدی۔ عشق رسول ﷺ کی صدی۔
16۔ توہین رسالت کیفتنے
17۔ اسلامی ریاست میں نفاذ عدل کے ادارے
18۔ ماہ رمضان اور اسوہ مصطفیٰ ﷺ
19۔ اعتکاف ایسا ہو کہ زندگی سنور جائے
20۔ اکاسائی۔ حیات وعلمی خدمات
21۔ جہانے راد گرگوں کرد۔ (غوث اعظم قدس سرہ)
22 تحفہ سلطانیہ (ترتیب وتدوین)
23 توضیحی کتابیات اصول فقہ
24 اسلام کا تصور علم
25 اسوہ حسنہ اور تعمیر شخصیت
26 خوشبو کے دریچے
27 اسلامی قانون اور اخلاق
28 قرآن کا منہج تشریع
29 ولادت مصطفیٰ ﷺ

دلیل راہ: غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست سے آگاہی فرمادیں؟

بخاری صاحب: غیر مطبوعہ تصانیف مختلف موضوعات پر 480 سے زیادہ کی تعداد میں کمپوز شدہ موجود ہیں اتنی طویل فہرست ایک انٹرویو میں کیونکر سمٹ سکتی ہے۔ بہرحال کوئی دیکھنا چاہے تو پوری فہرست مہیا کی جاسکتی ہے۔

دلیل راہ: جمعہ کے خطبات میں آپ کی موضوع ترتیب کیا ہوتی ہے تیاری کا اندازہ کیا ہوتا ہے؟

بخاری صاحب: مجھے تیاری کے مطابق بولنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ دراصل مقرر خود نہیں بولتا بلکہ سامعین کو جس وقت اللہ تعالیٰ جو کچھ علمی فیضان عطا فرمانا چاہے اس کے لئے مقرر کو وسیلہ بنادیتا ہے۔ وہ چاہے تو پتھروں سے دوسروں کو علم پہنچادے۔ کسی مقرر کی کوئی ذاتی خوبی نہیں سب اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ میں بحمد اللہ دنیا کے ہر علمی موضوع پر بغیر تیاری بول لیتا ہوں اس کا راز خدا کے فضل و کرم سے تخلیقی غور و فکر میں پنہاں ہے۔

دلیل راہ: زندگی میں کبھی عشق بھی کیا؟

بخاری صاحب: اہلیہ سے

دلیل راہ: زندگی میں سب سے زیادہ صدمہ کب ہوا؟

بخاری صاحب: اولاد کو تکلیف پہنچے تو انتہائی سخت صدمہ ہوتا ہے ویسے والد گرامی کی وفات پر بہت صدمہ ہوا اور اس سے بڑھ کر اپنے پیرومرشد کے وصال نے صدمہ سے نڈھال کردیا۔

دلیل راہ: تنہائی اچھی لگتی ہے یا محفل؟

بخاری صاحب: تنہائی

دلیل راہ: سورج طلوع ہونے کا منظر اچھا لگتا ہے یا غروب ہونے کا؟

بخاری صاحب: دونوں کے اپنے اپنے حسن ہیں اور دونوں ہی منظر مجھے بھلے لگتے ہیں۔

دلیل راہ: کسی شخصیت کے ساتھ ملاقات جسے آپ بھول نہ سکتے ہوں؟

بخاری صاحب: بہت سی شخصیات ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے ایک شیخ بابا محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے میرے والد صاحب کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا وہ بہت صاحب کرامت ولی کامل تھے۔ محفل ذکر میں میں نے خود دیکھا کہ ذکر کے دوران وہ اپنے جسم پر پانچ سات چھریاں توڑ دیتے لیکن زخمی نہ ہوتے۔

دلیل راہ: انسانی زندگی کے بارے میں آپ کا تجزیہ کیا ہے؟ اس میں انسانی ارادہ اور اختیار کی کیا اہمیت ہے؟

بخاری صاحب: انسانی ارادہ اور اختیار کی کہنے میں بڑی اہمیت ہے لیکن سب سے بڑا قانون مشیت الٰہی ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور خدا کی اسی چاہت میں بندے کی عافیت ہے۔ بندہ کا عجز اور سپردگی ہی اس کی آزادی، اختیار اور خوبی ہے۔

دلیل راہ: زندگی کے مختلف مراحل دیکھنے اور تجربہ حاصل کرنے کے بعد آپ "دوستی" کے متعلق کیا کہنا چاہیں گے؟ دوست کسے کہتے ہیں؟ کیا اس دور میں دوست موجود ہیں؟

بخاری صاحب: دوستی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ دوستی سے تمام رشتوں میں نکھار پیدا ہوجاتا ہے۔ غم آزار مٹ جاتے ہیں، لیکن اچھا دوست میسر آنا بہت مشکل ہے۔

دلیل راہ: امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ کیا ہے اور ان کے شعبہ جات کی تفصیلات؟

بخاری صاحب: امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ ایک تعلیمی، تحقیقی، رفاہی اور دعوتی فورم ہے جو 1987ء سے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہمارا مزاج ہر قسم کی تشہیر اور پبلسٹی سے بالاتر رہتے ہوئے خالص رضائے الٰہی کے لئے بساط بھر کام کرتے رہنا ہے۔ ٹھوس علمی و تحقیقی کام کے علاوہ دعوت و تبلیغ، سماجی بہبود اور تعلیم و تربیت کے شعبوں میں امہ فاؤنڈیشن کا کام نہ صرف منفرد اور مثالی رہا ہے بلکہ سنجیدہ حلقوں میں اور اعلیٰ حکومتی سطح پر تیز کئی اسلامی ممالک معتبر سرکاری اداروں نے ہمارے کام کو سراہا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔۔۔ مثال کے طور پر چند کام دیکھئے:

☆ سعودی عرب کی ایک عالمی تنظیم کی خواہش پر امہ فاؤنڈیشن نے عربی زبان میں حسب ذیل پانچ موضوعات پر ضخیم علمی و تحقیقی رپورٹس تیار کرکے بھیجیں۔

1۔دعائم التقدم والنهوض فی العالم لاسلامی المعاصر

2۔تحدید الاھداف لخطة تنمیہ فی بلد الاسلامی

3۔القضایا الا جتھا دیة المعاصرة

4۔اسالیب تجدید الفقہ الا سلامی

5۔احیاء الموات واثرہ علی التنمیة الاقتصادیہ

○ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے1989ء میں اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ پاکستان میں ایک" قومی سیرت لائبریری" قائم کی جائے جہاں حضور سید کائنات ﷺ کی سیرت مطہرہ پر تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ مواد یکجا مل سکے۔حکومتی سطح پر کئی وزارتوں اور بالآخر وزیراعظم پاکستان سے ذاتی رابطہ کے نتیجے میں بحمد اللہ اسلام آباد میں "نیشنل سیرت لائبریری" کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔یہ فی الواقع "امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ" کی ایک عظیم کامیابی ہے۔

☆ 1997ء میں وزیراعظم پاکستان کی خواہش پر امہ فاؤنڈیشن نے حسب ذیل آٹھ موضوعات پر انگریزی میں ٹھوس تحقیقی وتکنیکی رپورٹس پیش کیں جن میں سے کئی تجاویز کو عملی جامہ پہنایا گیا:

1-War Against corruption

2-Judicial Reforms

3-Ammendments in constitution

4-Proposed Shariah courts

5-Islamization of laws

6-Porverty Alleviation

7-Shariah Enforcement Bill

8-Literacy Promotion

☆ 1988ء میں "تعلیمی نظام کی تشکیل نو" پر امہ فاؤنڈیشن کی پیش کردہ عملی تجاویز کے تحت ایک "ماڈل تعلیمی ادارے" کے قیام کے تصور کو اعلیٰ حکومتی سطح پر نمایاں پذیرائی ملی۔

☆ رفاہ عامہ کے کاموں میں امہ فاؤنڈیشن نے اپنے قیام کے پہلے ہی دن سے بھرپور لیکن خاموش جدوجہد کا طریقہ اپنایا۔سترہ (17) نو مسلم گھرانوں کی مسلسل مالی کفالت، سینکڑوں یتیموں، بیواؤں کی لگاتار لیکن خاموش اعانت، مستحق بچیوں کی شادی کے اخراجات، غریب مریضوں کے علاج اور ضرورت مند طلباء وطالبات کی معاونت فاؤنڈیشن کی مسلسل خدمات کا دائرہ ہے۔

☆ امہ فاؤنڈیشن کئی سال سے رمضان المبارک میں چند احباب کے تعاون سے بیسیوں گھرانوں کو پورا مہینہ روزے رکھنے کے لئے مکمل اخراجات مہیا کرتا رہا ہے۔

☆ 1998ء سے اب تک امہ فاؤنڈیشن تقریباً پچاس لاکھ روپے کی مختلف ادویات پاکستان اور آزاد کشمیر کے دیہی ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں تقسیم کر چکا ہے۔

☆ 1992ء کے سیلاب سے لے کر اب تک مختلف حادثات اور آفات کے متاثرین میں تقریباً70لاکھ روپے کی امدادی اشیا تقسیم کی جا چکی ہیں۔

☆ عالمی سطح پر چیچنیا، بوسنیا، کشمیر اور افغانستان کے متاثرین کو لاکھوں روپیوں کی اعانت دی جا چکی ہے۔

☆ کشمیر میں حالیہ جدوجہد آزادی شروع ہونے سے کچھ پہلے1989ء میں امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے (ضلع پلندری) آزاد کشمیر میں ایک کل جماعتی جہاد کشمیر کانفرنس منعقد کی جس میں ملک بھر کی تمام بڑی بڑی تنظیموں کے اعلیٰ نمائندے شامل ہوئے اور سب نے امہ فاؤنڈیشن کے اس اقدام کو غیر معمولی طور پر سراہا۔

☆ 1988ء میں امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے ملک کے تمام مکاتب فکر کا ایک نمائندہ اجتماع فلیٹیز ہوٹل لاہور میں منعقد کیا جس میں کئی مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے سربراہان سمیت علمائے کرام، مشائخ عظام اور دیگر نمائندے شریک ہوئے۔اس اجلاس کا مقصد دینی وملی یکجہتی اور اعلیٰ

مقاصد کے لئے مشترکہ جدوجہد کے حوالے سے تمام مکاتب فکر کو قریب تر لانا تھا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے افغانستان، کشمیر اور چیچنیا کے جہاد میں فکری، عملی اور مالی ہر لحاظ سے مقدور بھر حصہ لیا۔ خاص کر فکری معاونت کی سطح پر فاؤنڈیشن کا کام گہرا، موثر اور پائیدار رہا ہے۔

☆ 1988ء میں امہ فاؤنڈیشن نے بیک وقت ملک کے کئی شہروں میں عظیم الشان ''خطبات سیرت'' کا سلسلہ شروع کیا جس میں مختلف حکومتی اداروں نے باقاعدہ تعاون واشتراک کا ہاتھ بڑھایا۔ بعد میں کئی دوسری تنظیموں نے ''خطبات سیرت'' کا عنوان استعمال کر کے مختلف پروگراموں کے انعقاد کا کریڈٹ لیا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے (1987ء تا 1990ء) ایک اڑھائی سالہ غیر معمولی ڈپلومہ کورس کلاس چلائی جو دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا سب سے منفرد تعلیمی پروگرام ثابت ہوا۔ اس کلاس میں مکمل درس نظامی کے ساتھ ایم اے تک مروجہ نصاب ایک بالکل نئی تکنیک اور نئے انداز سے پڑھایا گیا۔ اس کلاس سے استفادہ کرنے والے انتہائی کامیاب ثابت ہوئے۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 1987ء میں اس نے وطن عزیز میں پہلی بار عوامی سطح پر ''قرآن فہمی کے لئے خصوصی عربی کلاسز'' کا اجراء کیا جو لاہور میں کئی مقامات پر ہوئیں اور انتہائی کامیاب رہیں۔ ☆ عربی زبان کی تدریس میں امہ فاؤنڈیشن کا طریقہ جدیدہ خدا کے فضل وکرم سے دنیا بھر میں سب سے منفرد اور اچھوتا ہے۔ امہ فاؤنڈیشن کے اس تجربہ کو بعد میں کئی تنظیموں اور اداروں نے اپنایا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے 1999ء میں ایک بالکل انوکھا اور منفرد پروگرام جامع مسجد عکس گنبد خضرا مال روڈ لاہور میں منعقد کیا یہ پروگرام تھا ''ایک دن میں پورا قرآن مجید'' صبح 9 بجے سے لے کر شام غروب آفتاب تک صرف وقفہ نماز کے ساتھ امہ فاؤنڈیشن کے موسس مجھ ناچیز نے لگاتار 7 گھنٹے مسلسل خطاب کیا اور پورے قرآن حکیم کے معارف ومضامین بیان کئے۔ یہ پروگرام بہت ہی پسند کیا گیا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے تحت 1987ء سے رمضان المبارک میں تراویح کے بعد ''خلاصہ مفاہیم قرآن'' کے بیان کا مربوط پروگرام جاری کیا۔ یہ پروگرام امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے 1981ء سے شروع کر رکھا ہے۔

☆ دسمبر 1997ء کو 4۔ روزہ گولڈن جوبلی کتاب میلہ ونمائش جناح باغ میں منعقد کروایا۔ (اس نمائش میں مکتبہ تعلیمات اسلامیہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ دلیل راہ)۔

☆ عوامی سطح پر 1992ء سے پندرہ روزہ دورانیہ کی ''علوم القرآن کلاسز'' کا اجراء امہ فاؤنڈیشن کا ایک اور خصوصی امتیاز ہے۔ اب تک مختلف مقامات پر ایسی متعدد کلاسز چلائی جا چکی ہیں۔

☆ ایک صحافی عمانویل لوتھر راتق نے 1988ء میں سیرت النبی ﷺ پر انگریزی میں ایک کتاب ''A lamp Spreading light'' لکھی۔ یہ کتاب شان رسالت میں صریح گستاخانہ عبارات سے بھری ہوئی تھی۔ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ کو خدا نے اس کتاب کے خلاف ملک بھر میں ایک منظم اور کامیاب احتجاجی تحریک شروع کرنے کی سعادت بخشی۔ امہ فاؤنڈیشن نے تحریک علمی اور عوامی دونوں سطحوں پر چلائی۔

☆ امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے خدائے ذوالجلال کے بے پایاں لطف وکرم کے سہارے ''عالمی تحریک سیرت'' کے نام سے ایک ہمہ گیر دعوتی، علمی اور اصلاحی مشن کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جو دنیا بھر میں ''فروغ سیرت وسنت'' کا سب سے منفرد اور بے مثال پروگرام ہے۔

☆ امہ فاؤنڈیشن نے 1998ء میں جامع مسجد گنبد خضرا میں حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ ''باقاعدہ عوامی سطح پر ریگولر کلاسز'' کے ذریعہ پڑھانے اور پھیلانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

☆ عالمی سطح پر فروغ سیرت وسنت کا سب سے منفرد اور نمایاں پروگرام جو امہ فاؤنڈیشن ٹرسٹ نے شروع کیا ایک ضخیم ''امہ سیرت انسائیکلو پیڈیا'' کی ترتیب واشاعت ہے۔ یہ انشاء اللہ دنیا کی سب سے ضخیم، سب سے منفرد اور سب سے انوکھی کتاب ہوگی۔ اس کے موضوعات وترتیب ہی نہیں بلکہ بہت سا مواد بھی ان شاء اللہ بالکل نیا ہوگا۔ ہمارا یقین ہے کہ ''سیرت انسائیکلو پیڈیا'' امت مسلمہ کے ذمہ چودہ سو سال کا قرض ہے جسے ادا کرنے کا بیڑا امہ فاؤنڈیشن نے اٹھایا ہے۔ اس کی ترتیب وتحقیق کے سلسلے میں دنیا بھر کے پانچ سو سے زائد سکالرز سے رابطہ کیا جا رہا ہے۔

☆ امہ فاؤنڈیشن کو اللہ تعالیٰ نے ''اسلام اور میڈیکل سائنس'' کے موضوع پر دنیا کا جدید ترین اور بالکل نیا تحقیقی کام کرنے کا اعزاز بخشا، ایسا کام جو اس سے پہلے کہیں نہیں ہوا۔ 1993ء میں NTM پر 26 اقساط کے ایک ٹی وی پروگرام میں اس کام کا کچھ حصہ سامنے آیا جسے

بہت پذیرائی ملی۔

☆ ہانگ کانگ میں امہ سیرت کے سنٹرز زیر اہتمام دو دن میں "پورے قرآن حکیم کی مکمل تفسیر" آیت آیت زندگی کے عنوان سے بیان ہوئی جسے لوگوں نے کمال حیرت اور پسندیدگی سے دیکھا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام اس وقت "انٹرنیشنل سیرت اکیڈمی" کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس اکیڈمی اپنے تعلیمی پروگرام کا آغاز پنجاب پبلک لائبریری کے اشتراک سے ایک "خصوصی کلاس" کے انعقاد سے کیا۔ اس کورس کا موضوع تھا "سائنس، قرآن اور سیرت طیبہ" میں لیکچرز کا یہ کورس اپنی نوعیت کا ایک منفرد تعلیمی پروگرام تھا۔

☆ تحفظ ناموس رسالت موجودہ عالمی تناظر میں 7۔ روزہ علمی، فکری، تحقیقی لیکچرز 26 مئی، یکم جون 2008 میں انعقاد ہوا۔ یہ کورس ہر لحاظ سے بہت پسند کیا گیا۔

☆ امہ فاؤنڈیشن نے ملک میں صحت مند تفریح اور کھیلوں کے ذریعہ نوجوانوں کی کردار سازی، تعمیر شخصیت اور پاکیزہ ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کا ایک مثالی پروگرام تشکیل دیا اور اس سلسلہ کا آغاز "امہ کرکٹ اکیڈمی" کے قیام سے کیا ہے۔ "امہ کرکٹ اکیڈمی" نے حیرت انگیز طریقے سے ترقی کی ہے اور اس وقت تمام متعلقہ سرکاری ادارے، اور کھیلوں کی انجمنیں اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ امہ کرکٹ اکیڈمی کا بانی چیف آرگنائزر اور ڈائریکٹر میرا بیٹا" سید احمد عزیز بخاری" ہے جو اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ کرکٹ اکیڈمی چلانے کے لئے بھی غیر معمولی جدوجہد کر رہا ہے۔

دلیل راہ: سیرت پر کام کرنے کا خیال آپ کو کب آیا؟

بخاری صاحب: میری پہلی تصنیف بھی سیرت پر ہی ہے۔ بچپن ہی سے یہ جذبہ میرے خون میں شامل ہے۔ اگرچہ کام کی رفتار میں سستی، کاہلی اور بہت سے تسامحات محسوس کرتا ہوں۔ 1983ء میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس طرح سیرت پر لکھنے کی توفیق مل گئی۔

دلیل راہ: آپ کے کام کو دیکھ کر بعض لوگوں نے اس نام سے کام شروع کر دیا ہے اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرمائیں گے؟

بخاری صاحب: الیہ ہے۔ رب ذوالجلال ایسے لوگوں کو کام کے نئے راستے دکھائے۔

دلیل راہ: شارٹ کورسز کی ابتدا اور اس کا مختصر تعارف؟

بخاری صاحب: زمانہ طالب علمی سے شارٹ کورسز کروا رہا ہوں۔ ایک سال میں نو دس کورسز لانچ کئے جاتے ہیں۔ تفصیلات اس سے پہلے جواب میں موجود ہیں۔

دلیل راہ: وہ موضوعات جن پر آج مفکرین کو کام کرنا چاہئے؟

بخاری صاحب: ایسے بہت سے موضوعات ہیں جن پر کام نہیں ہوا اور ان پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد موضوعات کی فہرست بنا چکا ہوں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کئی یونیورسٹیاں ان میں سے منتخب موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھوا رہی ہیں۔

دلیل راہ: ایک گورنمنٹ نے آپ سے نظام مصطفےٰ ﷺ کی تفویض کے سلسلے میں خدمات حاصل کی تھیں اس کی روداد؟

بخاری صاحب: 1997ء میں میاں محمد شریف مرحوم (محترم نواز شریف کے والد گرامی) نے مجھے فرمایا کہ آٹھ موضوعات پر رپورٹ تیار کر کے دوں۔ رپورٹ تیار کر کے دے دی بعد ازاں اگلی حکومت کے ایک محترم وزیر صاحب کی طرف سے بھی یہ رپورٹ حاصل کی گئی۔

دلیل راہ: آپ نے مدارس اور یونیورسٹی دونوں طرف سے تعلیم حاصل کی ایک عام مسلمان کو اس بارے میں کیا راہنمائی فرمائیں گے؟

بخاری صاحب: مدارس اور یونیورسٹی دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ دونوں سے فیض یاب ہونا چاہئے۔ ہر ایک دوسرے کے بغیر ادھورا ہے۔

دلیل راہ: اچھی قیادت میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟

بخاری صاحب:

نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

دلیل راہ: قیادت کے فقدان کی وجوہات کیا ہیں؟

بخاری صاحب: قیادت کے فقدان کی دو وجوہات ہیں: ایک تو ہمارا معاشرہ قیادت تیار کرنے پر آمادہ ہی نہیں۔ دوسرا اچھی قیادت کی تمنا ہی نہیں کرتا۔ جب قوم میں سچی طلب پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہتر قائد عطا فرما دے گا۔ سچی آرزو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور قوموں کی آرزوئیں اگر سچی اور کھری ہوں تو پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

دلیل راہ: خودکشیوں کے اس موسم میں آپ کیا فرمائیں گے؟

بخاری صاحب: ہمارے ہاں جدید معاشی نظام کی کمی ہے۔ حکومت کو غریبوں کی بحالی، اکنامک آرڈر کو مرغوب طریقہ سے چلانے اور معاشی سسٹم پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ دوسری جانب سوسائٹی کو بھی اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اسوہ حسنہ کیا ہے: ایثار، نفع بخشی اور انفاق اس آخری حد تک کہ بندہ کے اپنے پاس کچھ نہ بچے، سب راہ خدا میں ضرورت مندی کی بہبود پر نچھاور کر دے۔ ہمارے ہاں اس دور میں سنتوں کی پیروی پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔ یہ بھی حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ سنتیں ہیں۔ قوم کو ان پاکیزہ سنتوں کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے مگر ابھی تک تو خود ارباب دین بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے۔ ہمارے ہاں سنتوں کا تصور چند چیزوں تک محدود کر دیا گیا ہے جیسے داڑھی، مسواک، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا وغیرہ۔ فاقہ کشی، خدمت خلق، اپنا سب کچھ دوسروں پر لٹا دینا اور عزیمت کی مشکل زندگی گزارنا ایسی عظیم سنتیں ہم لوگ فراموش کئے بیٹھے ہیں۔

دلیل راہ: غریبیت اور امیریت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

بخاری صاحب: ہر غریب کا وجود معاشرے کا حصہ ہے۔ رزق سب کے لئے ہے کچھ افراد کو دیگر افراد کے رزق کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ مہمان نوازی اس کی مثال ہے۔ دراصل رزق کی مقدار برابر نہیں لیکن مواقع برابر ہیں۔ جس طرح آکسیجن سب کے لئے برابر ہے لیکن ہر بندہ اپنی ضرورت کے مطابق آکسیجن لیتا ہے۔ کائناتی معیشت میں مساوات ہے۔ غربت اور امارت کے فاصلے آسمان سے نہیں اترے، بندوں نے اپنی بدانتظامی، استحصال اور فاسد مزاج کے تحت خود ابھار دیئے ہیں۔ امیروں اور غریبوں کا وجود تو ہمیشہ رہے گا مگر ان میں باہم فاصلے نہیں ہونے چاہئیں۔ شعور و احساس، جذبہ واخلاص اور تعلقات کی سطح پر باہم قربتیں رہنی چاہئیں۔ سب ایک دوسرے کے کام آئیں۔ جذبہ ایثار کے ساتھ زندگی گزاریں اور غریبوں کی مستقل معاشی کفالت کا نظام شخصی اور اجتماعی سطح پر پوری قوت کے ساتھ ہر آن بروئے کار رہے۔

دلیل راہ: قرون اولیٰ کے اصحاب بیک وقت عالم دین اور سائنس دان بھی تھے؟

بخاری صاحب: سائنسی علوم بھی دینی مدارس میں شامل نصاب ہونے چاہئیں۔ ایسا شارٹ کورسز کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ سائنس طلباء میں تخلیقی استعداد پیدا کرتی ہے۔ زمانے کا شعور حالات کا گہرا تجزیہ اور ٹھوس حقائق پر مبنی علم کسی کو سائنس پڑھے بغیر میسر نہیں آ سکتا۔ سائنس کائنات کا علم بھی ہے اور مذہب کا بھی اور اللہ تعالیٰ نے دونوں ہی علوم کا پڑھنا، غور و فکر کرنا اور مشاہدہ و تجربہ سے آراستہ ہونا بندوں پر لازم کر دیا ہے۔ دینی مدارس کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب نصاب تعلیم کا سائنسی علوم اور سائنسی انداز فکر سے محروم ہونا ہے۔ درس نظامی جب وضع کیا گیا تو اپنے وقت کے تمام مروجہ سائنسی علوم پر مشتمل تھا۔ بعدازاں سائنس تو ارتقاء کی منزلیں طے کرتی رہی مگر دینی مدارس کا سفر ارتقا جاری نہ رہ سکا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم پوری شدت سے اس احساس کو اپنے اندر جگائیں اور سوئے منزل جادہ پیما ہو جائیں۔ اگر مدارس دینیہ کی تنظیمیں چاہیں تو ہم "امہ فاؤنڈیشن" کی طرف سے سائنس کے مختصر کورسز اور نصاب بنا کر دے سکتے ہیں اور انتہائی کم وقت میں طلباء کو زیادہ سے زیادہ سائنسی علوم سے بہرہ ور کر سکتے ہیں۔

دلیل راہ: حق بات کہنے میں بے باک ہیں یا مصلحت کا شکار؟

بخاری صاحب: حق بات کہنے سے گریز کے لئے کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہیں ہوتا۔ ہمیشہ کھرے لہجے میں دل کی آخری گہرائی میں بسی سچائی اجال دیتا ہوں۔ یہ خصوصیت میرے مزاج اور خون میں شامل ہے۔

دلیل راہ: فکر اور تحریک میں فرق؟

بخاری صاحب: فکر کے بغیر تحریک کچھ نہیں۔ فکر ہو تو تحریک چلتی ہے اور ہر فکر کو تحریک درکار ہوتی ہے۔ آج امت مسلمہ کا گھمبیر المیہ یہ ہے کہ بڑی بڑی تحریکیں بغیر فکر کے چل رہی ہیں اور فکر کو تحریک میسر نہیں۔

دلیل راہ: امہ فاؤنڈیشن تحریکی حوالے سے مستقبل کیا پروگرام رکھتا ہے؟

بخاری صاحب: تین بڑے کام ہمارے پیش نظر ہیں: ایک نئے اور منفرد نظام تعلیم کا اجراء جس کی سب سے بڑی خصوصیت شارٹ کورسز ہو

گی۔ہم اڑھائی سال میں درس نظامی کی تکمیل کا نصاب بنا چکے ہیں جس کے ساتھ دوسالہ تخصص اور دورہ حدیث ملا کر ساڑھے چار سال میں طلباء وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں جو آج دس سال میں بھی انہیں حاصل نہیں ہوتا۔ ہمارا امتیاز "طریق تدریس" (Teaching Methodology) میں ہے۔ہم درس نظامی کے ساتھ ساتھ اس مختصر نصاب میں تمام جدید علوم اور چار زبانوں کے علاوہ کمپیوٹر کی تعلیم بھی دیں گے۔

دوسرا پروگرام ہمارا "فروغ سیرت مطہرہ" کی عظیم جدوجہد ہے جس کے تحت غیر مسلموں میں انتہائی مثبت طریقہ سے اور جدید سائنٹیفک منہاج کے مطابق خالص نفسیاتی اور شخصی روابط کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دینا شامل ہے۔تبلیغ کا جو طریق کار ہم نے اپنایا ہے وہ کسی قسم کے مخالفانہ ردعمل کو ابھارے بغیر انتہائی حکیمانہ طریقے سے غیروں کو اپنی طرف لانے کا منہاج ہے۔

امہ فاؤنڈیشن کی تیسرا بڑا اور لازوال پروگرام ہے "امہ تعمیر پاکستان پراجیکٹ" جو کہ حضور سید عالم ﷺ کے نام اقدس پر قائم ہونے والے ہمارے دیس پاکستان میں عوامی سطح پر مثبت جدوجہد کے ذریعہ ملک کی تعمیر وترقی،فلاح وبہبود اور سماجی انقلاب کا ایک غیر معمولی پراجیکٹ ہے۔قوم کو ایک بالکل نئے سانچے میں ڈھال دینے کی جدوجہد،نظم وضبط،اعلیٰ اخلاقی اقدار اور سماجی فلاح وبہبود کا ایسا پروگرام جس کے تحت بے روزگاری،غربت اور کرپشن کا خاتمہ کچھ اس انداز سے ہوتا چلا جائے گا کہ لوگ حیرتوں میں ڈوب جائیں۔اس پروگرام کی تفصیلات "چھ ہزار صفحات" پر مشتمل انتہائی باریک جزئیات کے ساتھ تیار کر لی گئی ہیں اور گذشتہ مہینے عوامی سطح پر اس کی بریفنگ کے مختلف سیشن بھی ہو چکے ہیں۔اہل دردکو ہماری دعوت ہے کہ آئیں اور اس پروگرام کو مل کر آگے بڑھائیں۔میری خواہش ہے کہ اہل سنت کی مرکزی تنظیمات اجتماعی طور پر اس پروگرام کو چلانے کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم پر کام شروع کریں،تاکہ پوری قوم کی نظر میں اہل سنت وجماعت کا وقار انتہائی تیزی سے بلندیوں کو چھونے لگے۔

دلیل راہ: یہود ونصاریٰ سے اس دور میں تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی؟

بخاری صاحب: یہود ونصاریٰ سے انسانی سطح پر معاملات وروابط رکھے جا سکتے ہیں لیکن دلی محبت نہیں ہونی چاہئے۔آج امت مسلمہ اس کے بالکل برعکس عمل کر رہی ہے۔یوں لگتا ہے مسلمانوں نے اپنے دل کی پہنائیوں میں اغیار کو بسا رکھا ہے اور اپنوں سے بیزاری برت رہے ہیں۔یہود ونصاریٰ بلکہ ہنود تک بھی ہم مسلمانوں کے حواس پر مسلط نظر آتی ہیں۔کیا خدا اور رسول کو راضی کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

دلیل راہ: کوئی پچاس سال بعد یہ انٹرویو پڑھے تو اسے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

بخاری صاحب: اسلام پچاس سال پہلے بھی روشن تھا،پچاس سال بعد بھی اجالا ہوگا۔کل بھی اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں کامیابی تھی آج بھی اسی میں کامیابی ہے اور آنے والے کل بھی اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی ہی میں کامیابی ہوگی۔

لوٹ جا عہد نبی کی سمت رفتار جاں
پھر میری پسماندگی کو ارتقا درکار ہے
شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو
منزل کی ہو تلاش تیرے نقش پا کے بعد
اس آستانہ رحمت سے لو لگائے رہو
یہ در نہیں تو کہیں سے بھی کوئی آس نہیں

دلیل راہ: دلیل راہ کے قارئین کے لئے کوئی نصیحت؟

بخاری صاحب:

محنت ہی پہ موقوف ہے آسائش گیتی
کھوئی مری راحت راحت طلبی نے

ماہنامہ دلیل راہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس میں انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا۔اس سے معاصر شخصیات کو باہم تعارف کا خوبصورت موقع میسر آیا۔علامہ سید ریاض حسین شاہ کو یہ ماہنامہ جاری کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ اس عہد اور اس ماحول میں حکمت وبصیرت کے ساتھ کھرے پن کا اظہار کر رہے ہیں۔اہل سنت کو آپ کی قیادت میں بھرپور اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔

☆☆☆

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیر سید عبدالقادر جیلانی

یا ھل الکتٰب قد جآء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتٰب و یعفوا عن کثیر قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین۔ (المائدہ:15)

''اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''۔ (کنزالایمان)

قرآن فرماتا ہے: یاھل الکتٰب ''او کتاب والو''۔

آج کی زبان میں اگر ترجمہ کیا جائے تو معنی ہیں ''اے پڑھے لکھے لوگو''۔

فن تفسیر کے Style of Adress (وجوہ الخطاب) کا ایک Chapter (باب) ہے جس کا مطلب ہے خطاب کرتے وقت آپ کو اس بات کا حساب رکھنا پڑے گا کہ کس سے بات کر رہے ہیں۔ اس میں ایک حد تک فن بلاغت Involve (شامل) ہوتا ہے یعنی حال مخاطب کو دیکھ کر کلام وارد کرنا تاکہ بات مخاطب کو صحیح طور پر سمجھ آجائے۔

خطاب کا جو انداز ہے وہ Range of Application (حدود خطاب) کو بتلاتا ہے مثلاً استاد کہتا ہے سنو میرے شاگردو! باپ کہتا ہے سنو میرے بیٹو! پیر کہتا ہے سنو میرے مریدو! اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے کام کی بات ہے۔

یہاں فرمایا: ''یا ھل الکتٰب'' اس کا مطلب ہے کہ ان پڑھوں سے بات نہیں ہو رہی، پڑھے لکھے لوگوں سے بات ہو رہی ہے۔ جس وقت مثبت قسم کے استدلال ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ مخالفت میں منفی قسم کا دعویٰ موجود ہے۔ البذا منفی دعویٰ کے مقابلے میں مثبت دلائل پیش کئے جا رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جس وقت مثبت دعوے کے اثباتی دلائل ہوں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ اس کے دعوے کا منکر وہاں موجود ہے۔ آگے آیت میں نور مصطفیٰ ﷺ کی بحث ہو رہی ہے جس میں اہل کتاب کو خطاب ہو رہا ہے، تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ نور مصطفیٰ ﷺ کا منکر بے ایمان ہے۔

آگے حضور ﷺ کے نور پر ثبوت کا ذکر ہے اور Postive (مثبت) قسم کے دلائل (Reasoning) ثابت کرنے کے لئے استنباط ہو رہا ہے۔ اب دیکھیں گے کہ اب کوئی بالواسطہ انکار کرتا ہے تو وہ کون ہے؟ کہاں ان پڑھوں کا تو یہ مضمون ہی نہیں ہے۔ قرآن کہتا کہ نور مصطفیٰ ﷺ کا منکر ان پڑھ ہے ہی نہیں، یہ پڑھے لکھے بے ایمانوں کا مضمون ہے۔

فرمایا: یـــا اھـل الـکـتـــاب ''او ایمان والو!'' ان پڑھ کے مذہب میں کتاب نہیں ہوتی۔ جس وقت آپ کسی بات کو یا واقعہ کو Determine (متعین) کرنا چاہیں گے تو پولیس والے کہتے ہیں نقشہ موقع واردات لاؤ اور پٹواری لاؤ۔ جب نقشہ موقع واردات لائیں گے تو اس وقت کا کلچر Civilization (تہذیب) اس وقت کے حدود واقعات کو آپ Determine (متعین) کریں گے تو پھر بات سمجھنے میں مدد ملے گی۔

یہ بات مدینہ طیبہ کی ہے اور مدینہ طیبہ میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں۔ آگے چل کر رخ کیا اختیار کرنے والے ہیں؟ منافقت کرنے والے ہیں۔ ان کا ذکر ''اہل کتاب'' کے عنوان سے چلا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہوگا کہ جس وقت ان کو اہل کتاب کہا جا رہا ہے کیا اس وقت Printing press (چھاپہ خانہ) موجود ہے؟ نہیں، Kingsten نے 17 ویں صدی عیسوی میں Printing pess ایجاد کیا۔ ظاہر ہے کتاب Printing pess میں نہیں چھپی تھی تو کیا قلمی کتاب تھی؟

ہماری اسلامک ہسٹری (Islamic History) یہ بتاتی ہے عباسیہ کے دور حکومت میں تیسری صدی ہجری میں پہلی مرتبہ Paper industry (کاغذ کی صنعت) Install ہوئی، تو اس کا مطلب ہے جس زمانے میں اہل کتاب سے بات ہو رہی ہے اس زمانے میں نہ Printing pess ہے نہ Paper Industry ہے۔

تو کتاب والا کون ہے؟ اگر آج ایک آدمی کے پاس ایسا مواد ہو کہ پورے ملک میں کسی دوسرے کے پاس نہ ہو تو بات بات پر اٹھتا ہے۔ ناز و ادا کے انبار لگا دیتا ہے، کھانسنے کی بھی قیمت مانگتا ہے۔ تو جن کے پاس وہ کتاب (توریت، انجیل) تھی وہ گنے ہوئے آدمی تھے۔ کوئی بات پوچھتا تو کہتے پھر کسی وقت میں آنا کتاب اندر رکھی ہوئی ہے۔ جب تک اچھا نذرانہ نہیں بھر دیتا تھا کتاب اس کو نہیں دکھاتے تھے۔

قرآن ان کو کہتا ہے: یا ھل الکتٰب۔

اب سوال یہ ہے کہ نور کا ذکر ان (اہل کتاب) کے سامنے کیوں کیا ہے؟ کیونکہ اسی سورۃ میں انجیل و تورات کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا: ''اس

میں ہدایت اور نور ہے"۔

جن آیات میں "ہدایت" اور "نور" کا ذکر ہے وہ آیات Subject Wise (مضمون کے اعتبار سے) ہیں تاریخی ترتیب نہیں ہے، یعنی جو کتاب پہلے آئی اس کا پہلے اور جو بعد میں آئی اس کا ذکر بعد میں نہیں کیا بلکہ مضمون وار ذکر کیا گیا ہے۔ تو ترتیب کے لحاظ سے وہ کتابیں قرآن مجید کے بعد میں لیکن نزول کے اعتبار سے وہ کتابیں پہلے کی ہیں۔ وہ (انجیل میں) نور والی آیتیں پہلے ہیں اور یہ (قرآن میں) بعد میں ہیں۔

تو قرآن نے فرمایا کہ جس (نور) کا ذکر تمہاری کتاب میں آیا تھا وہ آ گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ اس کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کر لو۔

فرمایا: یا ھل الکتٰب "او کتاب والو!"۔

اس سے یہ بات Establish (طے) ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے نور کا انکار ان پڑھوں کا مضمون ہی نہیں ہے یہ پڑھے لکھے منکرین کا مضمون بھی ہے۔ کہتے ہیں فلاں بہت پڑھا ہوا ہے پھر کس طرح بے ایمان ہو سکتا ہے؟ رب یہ بتاتا ہے کہ دراصل بے ایمانی اور علم یہ دونوں "کلین متواطین" نہیں ہیں کہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ ان کی برادری آپس میں پرانی ہے۔ شیطان بہت بڑا عالم بھی ہے اور بہت بڑا بے ایمان بھی ہے۔ علمائے یہود علماء بھی ہیں اور بے ایمان بھی ہیں۔ مرزا قادیانی عالم بھی ہے اور بے ایمان بھی ہے اور بھی کئی ایسے ہوں گے جو عالم بھی ہوں گے اور بے ایمان بھی ہوں گے۔ اس لئے نور مصطفےٰ ﷺ کا انکار کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ علم کے ہوتے ہوئے بے ایمانی ہو سکتی ہے کیونکہ علم ذریعہ ہدایت ہے بذات خود ہدایت نہیں۔ یہ کراچی جانے کا ٹکٹ ہے خود کراچی نہیں ہے۔ اگر علم خود ہدایت ہوتا تو جس وقت شیطان کافر ہوا تھا اس وقت اس کے پاس علم تھا لیکن اس سے علم نہیں گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم ہدایت کا ذریعہ ہے خود ہدایت نہیں ہے۔ شیطان کافر ہونے کے باوجود عالم تھا۔ اس کا مطلب کفر اور علم اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

ولایت اور کفر اکٹھے نہیں ہو سکتے، کیونکہ ولایت خود ہدایت ہے۔

اس لئے نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو قوم اپنے آپ کو ہدایت پر ظاہر کرنا چاہتی ہے کتابیں نہ دکھلائے، اپنے مدرسے نہ دکھلائے، اپنی مسجدوں کے مینار نہ دکھلائے، اپنے رسالے اور لائبریریاں نہ دکھلائے بلکہ اپنی صفوں میں والی بغداد شہنشاہ جیلان ﷺ دکھلائے، اپنی صفوں میں حضرت شہنشاہ نقشبند بخارا ﷺ، خواجہ غریب نواز سلطان الہند سرکار رحمۃ اللہ علیہ، سید السادات خواجہ پیر مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، حاجی نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مقیم شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ، عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیرا شاہ غازی دمڑیاں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ، پیر فضل الدین کلیامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بگا شیر والی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بری شاہ لطف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ دکھلائے۔

"یا ھل الکتٰب" "او کتاب والو!

"قد جاء کم" تحقیق تمہارے پاس آ گیا ہے۔

کون؟ (رسولنا) ہمارا رسول: یہ آمد کا ٹائیٹل ہے۔

اور ادھر جانے کا ٹائیٹل اور ہے: سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ۔ ادھر گئے رب فرماتا ہے بندہ آیا، ادھر آئے رب فرماتا ہے رسول آیا ہے۔ نور آیا ہے، برھان آیا ہے، سراج منیر آیا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

قد جاء کم "تمہارے پاس آ گیا ہے"۔

رسولنا (ہمارا رسول) رسول مضاف ہے ضمیر متکلم "نا" کی طرف۔ معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفت حاصل ہو جاتی ہے لیکن کس درجہ کا معرفہ بنتا ہے؟ جس درجے کی طرف مضاف ہو۔ "نا" کا مرجع ذات باری ہے، تو ذات باری کی معرفت رسول کو کی گئی۔ تو جب رسولنا (ہمارا رسول) کہہ دیا تو باقی Qualifications (فضائل) ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی، کیونکہ اصل یہ ہے کہ جس وقت کسی چیز کی پہچان کرائی جائے اور پہچان کے لوازمات کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس وقت اس (معرفہ) کی Personal Capasity (اپنی طاقت) اور اس کی اپنی خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں۔

فرمایا: یبین لکم "تمہیں بتاتا ہے"۔

کیا؟ ــــ کثیراً "بہت ساری"۔

کیا چیز؟ مما کنتم تخفون من الکتب

''کتاب میں سے جو تم چھپاتے ہو''۔

مخاطب یہود و نصاریٰ ہیں۔ کتاب کون سی ہے؟ پہلی آسمانی کتابیں جو اندر رکھی ہوئی ہیں اور Gospal (صحائف) بھی اندر ہے، لکھی ہوئی ہے، اس کے اوپر کپڑا چڑھا ہوا ہے، صندوق میں پڑی ہوئی ہے۔ صندوق کمرے میں پڑا ہوا ہے۔ کمرا بہت سارے کمروں کے پیچھے ہے۔ گویا درمیان میں کئی دیواریں ہیں۔ رب فرماتا ہے: (تم چھپاتے ہو، یہ بتاتا ہے)۔

اور غیب کس چیز کا نام ہے؟

تفسیر بیضاوی میں الذین یو منون با لغیب کے تحت ''غیب'' کی تعریف بیان کی گئی ہے: مالا یدرکہ الحس و لا تقتضیہ بدیھة العقل ''جس کو عقل کی پہلی توجہ معلوم نہ کر سکے اور جو حواس خمسہ ظاہری سے بھی معلوم نہ ہو سکے''۔

حواس خمسہ ظاہری:

(1) ناک سے سونگنا۔ باہر ناک رکھ کر دیوار کے ساتھ سونگھو تو کیا پتا چل جاتا ہے کہ دیوار کے اندر کیا ہے؟ نہیں پتہ چلتا۔

(2) آنکھ سے دیکھنا: آنکھ سے دیکھیں کہ دیوار کے اندر کیا ہے؟ نہیں دیکھ سکتے۔

(3) ہاتھ سے پکڑنا: دیوار کے پیچھے سے دیوار کو پکڑ نہیں سکتے، یعنی ہاتھ سے کتاب کو چھو نہیں سکتے۔

(4) زبان سے چکھنا: زبان سے دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر کتاب کو چکھ نہیں سکتے کہ اس کا مزاج کیسا ہے۔ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کتاب میں کیا ہے؟۔

(5) کان سے سننا: دیوار کے ساتھ کان لگا کر کتاب کو نہیں سن سکتے۔ ان پانچ حواس کو حواس خمسہ ظاہری کہتے ہیں۔

عقل کی پہلی توجہ:

جس طرح آپ کسی کے چہرے پر سرخی دیکھتے ہیں جو عام حالات میں نہیں ہوا کرتی تو آپ کہتے ہیں اس کا چہرہ سرخ نظر آ رہا ہے، اس پر بخار کے آثار ہیں۔ منطقی ''برھان انی'' اور ''برھان لمی'' کی جو بحث کرتے ہیں، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اور ہر سرخ چہرے والے کا ٹمپریچر Abnormal (غیر معمولی) ہوتا ہے اور جس کا ٹمپریچر Abnormal ہو تو وہ بخار میں ہوتا ہے۔ اسی طرح عقل کی پہلی توجہ نے دھواں نکلتا دیکھا، آپ فوراً سمجھ گئے کہ اگر آگ نہ جل رہی ہوتی تو دھواں کہاں ہوتا؟

تو جب کتاب اندر پڑی ہوئی ہے، عقل کی پہلی توجہ سے پتا نہیں چلتا کہ کتاب میں کیا ہے؟ اور حواس خمسہ ظاہری سے بھی کسی طرح محسوس نہیں ہوتا کہ اندر کیا ہے، تو پھر بیضاوی کی تعریف کے مطابق یہ غیب ہے۔

رب فرماتا ہے تم بعد میں باتیں کرتے ہو، آتے ہی بتاتا ہے تم نے کیا اور کہاں چھپا کے رکھا ہوا ہے۔ اب جس نبی ﷺ کے آنے کے وقت Qualificataon (فضیلت) یہ ہے کہ تم چھپاتے ہو، یہ بتاتا ہے۔ (اب اس عقیدہ کے پلّے کیا رہا کہ جو کہتا ہے نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا پتا نہیں)۔ دیوار کے پیچھے کا پتا نہ ہو تو نبی ہوتا ہی نہیں۔ المنجد مصر کی چھپی ہوئی ڈکشنری ہے، اس میں النبی کا ترجمہ (المخبر عن الغیب) کیا ہے۔

یعنی غیب کی خبر دے تو نبی ہوتا ہے، غیب نہ جانے تو نبی ہوتا ہی نہیں۔ نبی ہوتا ہی وہی ہے جو غیب جانے۔ جو معنیٰ غیب کا انکار کرے اس نے گویا معنیٰ نبوت کا انکار کیا۔

فرمایا: کثیر امما کنتم تخفون من الکتب

''کتاب میں سے بہت سارا جو تم چھپاتے ہو وہ بتاتا ہے''۔

اس پر اعتراض ہے کہ اس سے تو کچھ غیب ثابت ہوتا ہے، علم غیب کلی تو ثابت نہیں ہوتا؟

اس اعتراض کا جواب:

اسی آیت میں علم غیب کلی ثابت ہے: ویعفو عن کثیر اً۔ بہت ساری باتیں تم کو بتا دیتا ہے اور بہت ساروں کو معاف کر دیتا ہے، یعنی جانتا ہے لیکن لجپالوں کی عادت ہے کہ چلو پردے سارے نہ اٹھائیں۔

ویعفو عن کثیر کے بعد یہاں علامت وقف ہے۔ جو قرآن کے رموز و اوقاف کو جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ بات کیا ہے؟ مثلاً کوئی کہے اٹھو! مت بیٹھو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیٹھنے سے منع کرتا ہے اور اگر کہے: اٹھو مت! بیٹھو۔ الفاظ وہی ہیں لیکن وقف کی جگہ بدلنے سے معنیٰ بدل گئے

تو یہاں آ کر وقفی نشان لگانا۔ (جیسا کہ آپ کہتے ہیں اس سے زیادہ واضح لفظوں میں بتاؤں، پھر گزری ہوئی بات کی Replacement (بدل) زیادہ آسان لفظوں میں بتاتے ہیں)۔

رب فرماتا ہے: "وہ جو ہم نے رسول بھیجا ہے تمہاری چھپی ہوئی باتیں بتاتا ہے، بہت ساری باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اگر آسان لفظوں میں پوچھو تو ہم یوں کہیں گے" خدا کی طرف سے نور آیا"۔ یعنی جس کی تعبیر ہم نے رسول سے کی ہے وہ نور ہے اور اس کا جو بیان ہے وہ کتاب مبین ہے۔

علم بلاغت میں فصل اور وصل کی ایک بحث آتی ہے۔ جس طرح انگریزی میں اگر کوئی Ed لگانے اور ہٹانے پر قادر ہو جائے تو وہ صحیح انگریزی جاننے والا آدمی ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عربی زبان میں واؤ (و) لگانے اور واؤ ہٹانے پر قادر ہو جائے تو وہ علماء کا بادشاہ تسلیم ہوتا ہے، اس کو فصل اور وصل کی بحث کہتے ہیں۔

فصل اور وصل کی بحث جب پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ قد جاء کم رسولنا یہ جملہ خبریہ ہے اور قد جاء کم من الله یہ بھی جملہ خبریہ ہے۔ وہ بھی ماضی سے متعلق ہے یہ بھی ماضی سے متعلق ہے، وہ بھی اسی سے متعلق یہ بھی اسی سے متعلق ہے، تو تقاضا کرتا ہے کہ واؤ آنی چاہئے لیکن قاعدہ یہ کہتا ہے کہ واؤ لگنے کے لئے مغایرت چاہئیے۔ اگر پہلا اور ہو، بعد میں آنے والا اور ہو، وہ کوئی اور بحث ہو یہ کوئی اور بحث ہو، اس سے کوئی اور مضمون سمجھ آتا ہو اس سے کوئی اور مضمون سمجھ آتا ہو تب واؤ (و) لگے گی، لیکن اگر دونوں من کل الوجہ ایک ہوں، ان میں اتحاد ذاتی لازم آجائے تو ان کے درمیان واؤ لگانا منع ہوتی ہے۔

معنی یہ نکلے کہ جو معنی رسول کا ہے وہی معنی نور کا ہے۔ جس نے رسول سمجھا ہے نور نہیں سمجھا اس نے رسول کا انکار کیا ہے۔ اس لئے واؤ لگانے کا مطلب قرآن یہ بتلانا چاہتا ہے کہ میری رسول سے مراد نور ہے، وہی نور ہے، وہی رسول ہے اور جس کو (یبین لکم) کہتے ہیں تمہارے سامنے، وہ بیان کرتا ہے۔

اور مصطفیٰ ﷺ کا بیان کیا ہے؟

وما ینطق عن الھوی ۔ان ھو الا وحی یوحی (النجم۔4,3)

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے"۔

تمہارے سامنے وہ (رسول) جو بیان کرتا ہے وہ اس کا اپنا بیان نہیں ہوتا، وہ رب کا بیان ہوتا ہے۔ اس (رسول) کا بیان "قرآن" ہے اور وہ رسول "نور" ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں ایک نہ ہوتیں تو یہاں واؤ لگتی۔ واؤ کا نہ لگنا اس بات کی دلیل ہے کہ "رسول" اور "نور" ایک ہی ہیں۔ فن کی رو سے کوئی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا اور آیت کا انداز خطاب یہ بتاتا ہے کہ نور کے منکر یا یہودی ہیں یا نصرانی۔

حضرت صدیق اکبر ؓ کے بارے میں ایک جملہ موجود نہیں ہے کہ وہ نور مصطفیٰ ﷺ کے منکر تھے۔ حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت حیدر کرار، ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کم و بیش سرکار ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جملہ کوئی ثابت کر دے کہ سرکار ﷺ کے نور کے منکر ہوں!

جس وقت علمائے کرام سرکار ﷺ کا میلاد بیان کرتے ہیں تو آیت نور والی پڑھتے ہیں۔ اس پر کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے تو سرکار ﷺ کا میلاد بیان کرنے کے لئے کہا ہے، یہ نور، نور کرنے لگ گیا ہے۔ میں کیسے سمجھوں کے یہ میلاد بیان کر رہا ہے؟ کہنے والا کہتا ہے کہ قرآن کے تحت سرکار ﷺ کا میلاد بیان کر، وہ نور والی آیت پڑھتا ہے۔

اس کا جواب: جو ان کو مجبوری ہے وہ یہ ہے کہ یہ آمد کی بات ہے۔ آمد اس وقت ہوتی ہے جب تخلیق ہو چکی ہوئی ہو، اب دیکھنا پڑے گا تخلیق کس عنوان سے ہوئی ہے؟ اب جب آنے کا وقت ہے جو تخلیق ہو چکی ہے اس کا آنے کے ساتھ تعبیر کریں گے۔

معترض کہتا ہے کہ آپ نبی پاک ﷺ کے بشر ہونے کے منکر ہیں؟ ہم نے کہا نبی پاک ﷺ کے بشر ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ اس پر سوال ہوا کہ پھر "بشریت" کا پرچار کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ایک ہے بشر ہونا، ایک ہے بشریت کا پرچار کرنا۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ کسی کے ماں اور باپ کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے وہ ایک تعلق ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا لیکن میں پوچھتا ہوں اس کا پرچار کیوں نہیں کیا جاتا؟ جواب ملے گا کہ یہ شرم والی بات ہے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ یہ بھی شرم والی بات ہے۔ پورا قرآن دیکھا ہے ایک بھی ماننے والے نے نبی کو بشر نہیں کہا ہے۔

پورا قرآن مجید بسم اللہ ، الحمد للہ سے والناس تک چلے جائیں، ایک حوالہ لائیں کہ جو یہ ظاہر کرے کسی کلمہ پڑھنے والے نے

اپنے نبی کو یہ کہا ہو کہ تو "بشر" ہے؟۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کم وبیش انبیاء ومرسلین میں سے کسی کا بھی ذکر قرآن مجید میں اس طرح نہیں ہے کہ ان کے ماننے والے نے ان کو "بشر" کہا ہو۔

اس کے مقابلے میں جتنا بھی بشریت کا ذکر ہے یا تو رب نے بشر کہا ہے، یا رسول نے اپنے آپ کو بشر کہا ہے۔ باقی مخلوق میں سے کافر نے بشر کہا تھا، (شیطان نے کہا وہ بھی کافر ہے)۔ قرآن مجید میں سے تینوں مواقع Determine (متعین) ہو جاتے ہیں۔ (1) رب نبی کو بشر کہے۔ نبی اپنے آپ کو بشر کہے۔ (3) یا کافر نبی کو بشر کہے۔

اب نبی کو بشر کہنے والے سے کوئی یہ سوال کرتا ہے کہ وہ ان تینوں میں کون ہے؟

اب وہ خدا تو نہیں کہ نبی کو بشر کہے اور خود نبی بھی نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بشر کہے، پھر تیسرا دروازہ کفر کا ہی رہ جاتا ہے۔ پورے قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ کافر نبی کی بشریت کا پرچار کرتے چلے آئے، ہم تو نبی کے کلمہ پڑھنے والے ہیں۔

جب معترض سے سوال کرو کہ نبی کے منکر ہو؟ آگے سے کہے گا کہ نبی کے نور کا تو منکر نہیں، اس پر سوال ہے کہ اگر نبی کے نور کے منکر نہیں تو ان کے نور کا پرچار کیوں نہیں کرتے؟ کہتا ہے کہ کیوں کہ نبی کی ذات بشر ہے اور حضور ﷺ کی صفت نور ہے، تو میں ذات کا زیادہ پرچار کرتا ہوں صفت کا پرچار کم کرتا ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ ذات پہلے ہوتی ہے صفت بعد میں ہوتی ہے۔ تم نے سرکار ﷺ کی ذات کو بشر کہا ہے صفت کو نور کہا ہے۔ اب دونوں کی ہسٹری معلوم کریں گے کہ جو تخلیق میں پہلے ہے وہ ذات ہوگی اور جو بعد میں تخلیق ہوئی وہ صفت ہوگی۔ اس قاعدے کے مطابق دیکھیں گے کہ اگر بشر پہلے بنا تو سرکار ﷺ کی ذات بشر ہے، اگر نور پہلے بنا ہے تو سرکار کی ذات نور ہے۔ بشر بعد میں بنا ہے تو بشر بعد میں ہونے کی وجہ سے صفت ہوگا اور نور پہلے بننے کی وجہ سے نور ذات ہوگا: حدیث پاک ہے:

"اول ما خلق الله نو ری" "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو تخلیق کیا"۔

جس وقت یہ بات طے ہوگئی کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات نور ہے تو اس حدیث کے متعلق اعتراض ہوا کہ یہ "مصنف امام عبدالرزاق" میں ہے۔ میں کہتا ہوں مصنف امام عبدالرزاق کو بھی رہنے دیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "نشر الطیب ص6" میں ہے۔ اس کو قانون کی زبان میں Excalpatory Evidence (مخالف دھڑے کی شہادت) کہتے ہیں۔ اگر مخالف دھڑے کی شہادت آپ کے حق میں چلی جائے تو مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی، نیز حسین احمد مدنی کی کتاب "شہاب الثاقب ص74" میں بھی یہ حدیث موجود ہے:

"اول ما خلق الله نو ری"

"سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو تخلیق کیا"۔

سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں "پہلے نور بنا"۔

ساروں سے پہلے وہ (نور مصطفیٰ ﷺ) تھا، اس لئے ساری کائنات اپنے ہونے میں اس کی محتاج ہے۔

فلسفے کی ساری کتابیں یہ بحث چھیڑتی ہیں کہ شے کی چار علتیں ہوتی ہیں۔ Four Causes of Arastotle (ارسطو کی چار علتیں)۔ مثلاً: مسجد کا منبر، اس کی ایک علت مادی ہے۔ ایک علت صوری ہے۔ ایک علت فاعلی ہے۔ ایک علت غائی ہے۔

جس میٹریل سے بنے اس کا نام علت مادی ہے۔ منبر کی جو شکل بنی ہو وہ علت صوری ہے۔ اس کا بنانے والا علت فاعلی ہے، لیکن جس غرض کے لئے منبر بنایا گیا کہ علماء اس پر بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں وہ علت غائی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان علتوں میں پہلی علت کون سی ہوتی ہے؟ پہلی علت فاعلی ہوتی ہے۔ ذات باری سب سے پہلے ہے۔ اس کے بعد علت مادی ہوتی ہے، لیکن کام شروع کرنے کے وقت سب سے پہلے سوچتے ہیں کہ اس سے کیا کام لیں گے؟

کائنات کو بنایا جانے لگا ہے لیکن کس لئے بنائیں گے، اس کی علت غائی کیا ہوگی۔ فرمایا:

لو لا ك لما خلقت الا فلاك

"اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"۔

لو لا ك لما خلقت الدنيا و الا خرة

"اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا اور آخرت کو نہ بناتا"۔

لو لا ك لما خلقت الجنة و النا ر

''اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو نہ بناتا''۔
بہت سارے لوگوں نے کہا یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔
ملا علی قاری (متوفی 1014ھ) نے موضوعات کبیر ص 194 پر اس کا جواب دیا ہے کہ لفظاً موضوع اور معناً مرفوع ہے۔ لفظاً موضوع کے یہ معنی ہیں کہ راوی سے الفاظ ضبط نہیں ہو سکے۔
ایک مدت تک کوشش کی گئی کہ جس طرح قرآن بلفظہٖ ہے اسی طرح حدیث بلفظہٖ ہو لیکن اس کا اہتمام نہیں کیا جا سکا۔ خطیب بغدادی کی 'الکفایہ فی علم الروایۃ' (علم المصطلح کی کتاب) کے اندر یہ بات موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کی حدیث سننے کے بعد مفہوم سمجھنے کے بعد اپنے لفظوں میں تعبیر کی اجازت ہے۔ جو الزام 'حدیث لولاک' پر دیتے ہو وہ باقی احادیث پر بھی آئے گا۔
جو یہ بات کہی کہ ''اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا نہ کرتا''۔
مثال: اگر تم مجھے دعوت نہ دیتے تو میں تمہارے گھر کھانا کھانے کے لئے نہ آتا، پہلے دعوت دی ہے بعد میں وہ کھانا کھانے کے لئے گیا ہے۔
''او پیارے اگر تو نہ ہوتا تو سب کچھ نہ بناتا'' یعنی تم اس وقت بنے ہونے موجود تھے تو بعد میں یہ سب کچھ بنایا ہے۔ اب علت غائی یہ ہے کہ اپنے محبوب کے لئے یہ زمین اور آسمان بنائے:
ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنھار جوما للشیطین (الملک:5)۔
''اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لئے مار کیا''۔
آسمانوں کو مزین کیا۔ (جیسے آج کل میلاد شریف کے جلسوں میں بینر لگائے جاتے ہیں اور گھروں، دکانوں پر قمقمے لگائے جاتے ہیں)۔ رب نے فرمایا: میرا محبوب آنے گا، اس وقت ہم ڈیکوریشن کریں گے۔ اوفرشتو! میرے محبوب کے آنے کا وقت ہے تیاری کر لو۔ حور و پنے کپڑے بدلو، نئی آرائش دو، نئی آئینہ بندیاں دو، جنت کی نئی ڈیکوریشن کرو، دوزخ کے دروازے بند کر دو۔
مدینے والے کا یوم ولادت کائنات کا سب سے بڑا انقلابی دن ہے۔
اسی دن جنت کے تمام دروازے کھول دیئے گئے۔ اسی دن دوزخ کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ اسی تاریخ کو تمام مجرموں کی سزائیں موقوف ہوئیں۔
اگر پاکستان میں کوئی خوشی ہے تو صرف پاکستان والے سزائیں موقوف کریں گے پوری دنیا کے لوگ موقوف نہیں کر سکتے۔ واہ محبوب کبریا آپ کی ذات پر قربان! جتنے چوٹی کے مجرم ہیں میلاد کے دن سزا نہیں پا رہے، کیونکہ آج سرکار ﷺ کے آنے کا وقت ہے۔
معترض کہتا ہے کہ میلاد کا کیا فائدہ ہے؟
تیری اس سوچ کو تف ہے۔ تجھے ہندوؤں کی پوڑیاں سمجھ میں آ گئیں، میلاد سمجھ میں نہیں آیا۔
گلہ جفائے نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی 'ہری ہری'
کنہیا کے جنم کی پوڑیوں کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سرکار ﷺ کے میلاد کے حوالے کے لئے دلیل کی ضرورت پڑ گئی۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کافر کے مراسم کی تائید کر رہا ہے اور مومنوں کے معمولات کی تردید کر رہا ہے:
گلہ جفائے نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی 'ہری ہری'
کوئی تو اندرا گاندھی کی لاش کے ساتھ ذکر کرتا چلے، ساتھ ہی بھجن گائے جا رہے ہوں اور ساتھ ہی تلاوت کی جا رہی ہو لیکن اس کے لئے دلیل نہ مانگی جائے، نماز جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھنے والے گزر رہے ہوں تو دلیل مانگی جائے!
گلہ جفائے نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں کروں بیاں تو کہے صنم بھی 'ہری ہری'
دیوبند کا صد سالہ جشن منایا جائے تو قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہ مانگے، میلاد مصطفیٰ ﷺ کی بحث چلے تو کہے کہ ثبوت لاؤ!
اب زمین و آسمان کو ترتیب دیا گیا، لیکن علت مادی پہلے ہوتی ہے۔
سرکار ﷺ کا یہ فرمانا: ''میں اللہ کے نور سے ہوں تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں''۔

اس کا مطلب زمین و آسمان کو جو میٹریل لگا جو بشر کو میٹریل لگا، وہ سرکار ﷺ سے لیا گیا۔ تو بشریت کی اصل سرکار ﷺ ہوئے سرکار ﷺ میں اگر پایا گیا تو فرع کے طور پر پایا گیا، سرکار ﷺ کی ذات اصل طور پر اصل کائنات ہے۔

مثلاً: کسی مسجد میں دیواروں پر ملت مادی میٹریل لگا ہوتا ہے، کئی جگہ پہ رنگ بن کے لگا ہوتا ہے، کسی جگہ سیمنٹ بن کے لگا ہوتا ہے، کسی جگہ ٹائیلیں بن کے لگا ہوتا ہے لیکن وہ ملت مادی ہے۔ ملت صوری بدل گئی ہوئی ہے۔ کہیں اینٹ، کہیں پلستر، کہیں رنگ بن گئی ہے۔ لیکن اصل مادہ ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل مادہ رنگ میں بھی موجود ہے، وہ سلیٹ میں بھی موجود ہے، وہ پلستر کے اندر بھی موجود ہے، وہ چھت کے اندر بھی موجود ہے۔ رنگ بدل کے ہے لیکن موجود ہے۔

اسی طرح مدینے والا ساری کائنات کا میٹریل ہے۔

حاضر و ناظر کس کو کہتے ہیں؟

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے نور سے ہیں اس لئے نور ہیں اور ساری کائنات حضور ﷺ کے نور سے ہے، وہ بھی پھر نور ہوئی؟ تو اینٹ، جانور، چاندی، سونا سب نور ہونے چاہئیں؟ جب نور سے بنے تو ان سب چیزوں کو نور ہونا چاہئے، یونکہ آپ کسی مکان، کسی چیز یا بندے کو نور نہیں سمجھتے تو آپ کا کلیہ قاعدہ ہے کہ سرکار نور ہیں، باقی تمام کائنات سرکار ﷺ کے نور سے ہے اس لئے اس کو بھی نور کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں نور نہیں، اس لئے سرکار ﷺ بھی نور نہیں ہیں۔

جواب: (1) آپ پانی کو دیکھتے ہیں آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسوں سے بنا ہے لیکن پانی گیس نہیں ہے۔ ایک گیس جلتی ہے، دوسری گیس جلتی نہیں جلنے میں مددگار ہے لیکن اس سے پانی بنا ہے۔ پانی نہ جلتا نہ جلنے دیتا ہے۔

اسی طرح ایسا ممکن ہے کہ نور سے بنے لیکن نور نہ ہو۔ کوئی چیز سرکار ﷺ کے نور سے بنے لیکن نور نہ ہو۔

(2) جس طرح الکلی (سوڈیم) اور کلورین (گیس) دونوں کی آمیزش سے نمک بنتا ہے۔ ایک دھات ہے، دوسری گیس ہے۔ لیکن نمک دھات نہیں ہے، گیس بھی نہیں ہے۔ جس طرح نمک کلورین اور سوڈیم سے بن کے تیار ہوا، نہ گیس ہے نہ دھات ہے۔ اسی طرح نور مصطفیٰ ﷺ سے ممکن ہے کوئی بنا ہو لیکن وہ نور نہ ہو۔

اب جب یہ بحث چل نکلی کہ سب سے پہلے "نور" پیدا ہوا یا "بشر"؟۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

كنت نبيا و آدم بين الماء و الطين۔

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔

علامہ زرقانی شارح مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ نبوت وصف ہے، وصف کو ذات کے ساتھ قائم ہونے کی عادت ہے۔

عوارض جتنے بھی ہیں یہ جواہر کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔ عوارض کو بالذات قائم ہونے کی عادت نہیں۔ نبوت (عرض) جس سے قائم تھی وہ نور (ذات) تھی۔ سرکار ﷺ فرماتے ہیں میں نور تھا۔

معلوم ہوا ذات مصطفیٰ "نور" ہے اور اس وقت وصف "نبوت" کے ساتھ موجود ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ نبوت بھی ہو اور لاعلمی بھی ہو؟

نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ

کن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حرف نشان نہ آیا جدوں دتی میم گواہی
اجے وی سا نوں اوہ پئے دسدے بیلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رل تا ہیواں بیٹھے جداں سک دو ہاں نوں آہی

اب وہ نور (ذات) تھا جس کے ساتھ نبوت (وصف) قائم تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کی آمد (میلاد) کو نور کی آمد سے تعبیر کیا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے میلاد والی رات ہے: رات کے وقت باغبان خالی ٹوکریاں لے کر واپس آئے اور جتنی پھلواریاں ہیں جھاڑیوں کی

طرح ہیں، تمام مرغزاریں ریگزاریں بنی ہوئی ہیں، چاروں طرف خشکی ہی خشکی ہے اور بادل نہیں برسا، رات کے وقت باغبان حسرت و آہ لے کر خالی ٹوکریاں لے کر واپس آئے۔

صبح دیکھا کہ جنتی جھاڑیاں تھیں، اب پھلواریاں بن گئی ہیں، پرندے چہچہار ہے ہیں، بلبلوں نے پھولوں کے منبر بچھا کے نبی پاک ﷺ کے نغمے شروع کیے ہوئے ہیں اور چاروں طرف خوشبو ہی خوشبو ہے۔ پوچھا قصہ کیا ہے؟ کہا

آج میلادالنبی ہے کیا سہانا نور ہے

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

او فرشتو! آج تیاری پکڑ لو میرا محبوب آنے والا ہے حوران بہشتی کپڑے بدل لو۔

کیوں بدلیں؟

سرکار ﷺ آرہے ہیں۔

آج جنت کی نئی آئینہ بندی کردو کیوں؟

سرکار ﷺ آرہے ہیں۔

غلمان بہشتی نے آج نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، نئی آرائش نئی ڈیکوریشن ہوئی ہے، کیوں کیا قصہ ہے؟

سرکار ﷺ تشریف لارہے ہیں۔

دوزخیوں کو چھٹی ہوگئی ہے کیونکہ سرکار ﷺ تشریف لارہے ہیں۔

جنتی خوش ہورہے ہیں، انبیاء مرسلین علیہ السلام اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھے، سرکار ﷺ آرہے ہیں۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں چلو سرکار ﷺ تشریف لارہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں چلو سرکار ﷺ تشریف لارہے ہیں۔ انبیاء و مرسلین سارے اکٹھے ہوئے، ارواح میں ہلچل مچ گئی، بلبلوں نے نغمے الاپنے شروع کر دیئے، بہاریں waiting پر ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لارہے ہیں۔

اس لئے علماء کرام میلاد کے موقع پر نور والی آیت پڑھتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: قد جاء کم من اللہ نور ''خدا کی طرف سے نور آگیا''۔

رب کریم فرماتا ہے نور آیا اور جناب سیدہ آمنہ بھی فرماتی ہیں:

خرج منی نور ''بڑی شان والا نور مجھ سے ظاہر ہوا''۔

اس بات کا جناب سیدہ سے کیا تعلق ہے کہ کبھی یہ جھگڑا پڑے گا کہ سرکار ﷺ نور ہیں کہ نہیں؟ انہوں نے ہم سے پوچھ کر سرکار ﷺ کے نور ہونے کا اعلان نہیں کیا، کسی مولوی صاحب سے پوچھ کر نور کا اعلان نہیں کیا۔ اس وقت سرکار ﷺ کے نور کے اعلان کا Motive (مقصد) کیا تھا؟

میلاد کے موقع پر دو خواتین ہیں، ایک کا نام حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہے اور ایک کا نام حضرت مائی شفاء رضی اللہ عنہا ہے اور نور ہی نور ہے۔ دیار پاک مکہ میں کعبہ شریف کا جو شمال مشرقی کونا ہے اس کے تقریباً 2 سو فٹ کی بلندی پر ایک چھوٹی سی سڑک جاتی ہے، اس کے اندر ایک چھوٹی سی لائبریری ہے، اس کے شمال مغربی کونے پر ایک حجرہ ہے۔ یہ نبی پاک ﷺ کے میلاد پاک کی جگہ ہے۔ وہاں سے نور نکلا۔ اے مولا کریم اتنی اونچی جگہ سرکار ﷺ کا مکان۔ کہا ابولہب، ابوجہل دیکھیں، اپنے بھی دیکھیں بیگانے بھی دیکھیں اور مانیں کہ نور آیا ہے۔ معلوم ہو اس نور کو تو ابوجہل نے بھی مان لیا۔

اب میلاد شریف کے وقت جب باغبان اپنے باغوں میں گئے تو دیکھا کہ پھول ہی پھول، خوشبوئیں ہی خوشبوئیں ہیں:

معلوم ہو رہا ہے کہ ان کا گزر ہوا

کلیاں چٹک رہی ہیں فضا میں بہار ہے

بارش نہیں ہوئی اور راتوں رات بہار آگئی۔ وہ جو آپ کا فارمولا ہے کہ اگر نور کا کرنٹ دیا جائے تو صدیوں کی کمی ایک کرنٹ سے پوری ہو سکتی ہے۔ واہ محبوب کبریا! سورج کے نور سے یہ نتیجہ نہیں نکلا، نور مصطفی ﷺ سے بہار آگئی۔

سوال اٹھتا ہے جب سورج روزانہ نکلتا تھا اس نے یہ کمی کیوں نہیں پوری کی؟ چاند روزانہ نکلتا تھا چاند نے یہ کمی پوری کیوں نہ کی؟

Light (روشنی) کی چھ قسمیں ہیں۔ ان میں ایک قسم وہ ہے جب وہ آ کر کے پڑے تو جتنی Physical Bodies (ٹھوس اجسام)

Opaque سسٹم بناتی ہیں، لائٹ پڑتی ہے تو اس سے پار نہیں ہو سکتی سایہ اس لئے بنتا ہے، لیکن سب نوروں کی اصل وہ نور ہو تو پھر سایہ نہیں بنتا بلکہ لائٹ پار ہو جاتی ہے۔ اس کی عادت یہ بھی ہے کہ وہ اپنا سایہ بھی نہیں رکھتا۔ سرکار ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی بھی ٹھوس باڈی ہو یہ لائٹ اس کو Transparent (شفاف) کر دیتی ہے یعنی شیشہ نما کر سکتی ہے جس سے نگاہ پار ہو سکتی ہے اور ایک اس میں اور خوبی ہے کہ آدمی کی Sight (نظر) کو اپنے لانچر پر سفر کراتی ہے اور اپنے لانچر پر رکھ کر جہاں پہنچنا ہے پہنچا دیتی ہے۔

حضرت مائی شفا رضی اللہ عنہا کی آنکھیں مکہ میں رہ کر پہاڑوں میں پار کیسے ہو گئیں؟

واہ محبوب کبریا آپ کے نور پر قربان! سورج کے نور میں وہ جان نہیں ہے جو آپ کے نور میں ہے۔ سورج Opaque سسٹم کا پابند ہے مگر آپ کا نور اوپیک سسٹم کا پابند نہیں ہے جو پہاڑوں سے گزرتے ہوئے پہاڑوں کو Transparent کر دیتا ہے، شیشہ نما کر دیتا ہے ورا گر نگاہ میں کمی ہو تو نگاہ کو اپنے لانچر پر سفر کراتا ہے۔

دن کی روشنی میں سورج کی روشنی میں مکہ شریف سے اگر آپ دیکھنا چاہیں کہ شہر بصریٰ (شام Syria کا ایک شہر) کو نہیں دیکھ سکتے۔

مگر واہ نور مصطفیٰ ﷺ! میں کیوں نہ کہوں:

قد جاء کم من اللہ نور سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے کہ سرکار ﷺ کے نور نے پہاڑوں کو Transparnet (شفاف) کر دیا۔

اور مائی شفا رضی اللہ عنہا کو شہر بصریٰ دکھانے سے یہ مراد تھا کہ یہ نور والا ان شہروں کو Topple (تاراج) کرے گا۔

میلاد کے وقت شہنشاہ ایران کے محلات کو زلزلہ آیا۔ اس کے بارے میں علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ اور کسی نبی کے میلاد کا معجزہ زندہ نہیں ہے یہ زندہ معجزہ ہے۔

کہتے ہیں مامون الرشید، ہارون الرشید کے زمانے میں اس پر مختلف قسم کے آلات اکراس کو اکھاڑنا چاہا۔ کیونکہ مورخین (آثار قدیمہ والے) نے بتایا کہ اس کی تہہ میں اتنے خزانے ہیں کہ اگر ان کو نکال لیا جائے تو دنیا میں کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ خزانے ہمیشہ کے لئے کافی ہو جائیں گے۔ تو انہوں نے بڑے بڑے قلعہ شکن آلات استعمال کئے کہ قلعہ ٹوٹے۔ ہارون الرشید اور مامون الرشید (خاندان عباسیہ کے حکمران) اس وقت پوری دنیا میں سب سے بڑے حکمران تھے۔ انہوں نے کیا نیوں کے دارالخلافہ میں قلعے کو اکھاڑنے کے لئے قلعہ شکن آلات استعمال کئے مگر نہ توڑ سکے۔

لیکن واہ میلاد مصطفیٰ ﷺ! سرکار دو عالم ﷺ نے قدم مبارک مکہ شریف میں رکھا تو شہنشاہ ایران کے محلات کے بیچ میں دراڑ پڑ گئی۔

معلوم ہوا دنیا کی سب سے بڑی طاقت اگر کسی قلعے کو توڑنا چاہے نہیں توڑ سکتی، میلاد مصطفیٰ ﷺ کا زور لگے تو وہ قلعہ ٹوٹ جائے۔

آج بھی میلاد میں وہ جان ہے۔ چاروں طرف بہاریں ہی بہاریں، پھول ہی پھول، سبزے ہی سبزے، حسن ہی حسن، روشنی ہی روشنی ہوتی ہے، اس وقت حالات کی زبان سوال کرتی ہوگی تو جواب اس کا یہ ہوتا ہوگا:

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے

آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''نورانیت'' اور ''بشریت''

دین کا خدمت گزار ہونے کی حیثیت سے مجھے دو باتوں پر گفتگو کرنی ہے۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''نورانیت'' اور ''بشریت''

کہ نبی پاک ﷺ ''نور'' کس معنیٰ میں ہیں اور ''بشر'' کس معنیٰ میں ہیں؟ بشر ہونا کیا چیز ہے؟ بشر کہلوانا کیا چیز ہے؟

بشر کہنے کا تعزیرات شرعیہ میں کیا حکم ہے؟ جو اسلامک پینل کوڈ Islamic Penal Code ہے وہ اس کے بارے میں کیا چاہتا ہے کہ اگر کوئی نبی کو یہ کہہ دے تو اس کے بارے میں حکم کیا ہوتا ہے؟

میرا خیال ہے یہ چند مسئلے واضح ہو جائیں تو بات کو سمجھنے میں بڑی مدد مل سکے گی۔

پہلی بات تو یہ کہ اہل سنت و جماعت میں کوئی شخص ایسا نہیں جو سرکار کو نور مانتے ہوئے سرکار کی بشریت کا انکار کرتا ہو۔ سرکار کو نور بھی مانتا ہے اور سرکار میں بشریت بھی تسلیم کرتا ہے۔ سرکار کی بشریت کا اہل سنت و جماعت میں سے کوئی بھی منکر نہیں۔

نور ہونا کس معنیٰ میں ہے؟

رب ذوالجلال سے پوچھا کہ مولا کریم بتا تیرا لاڈلا محبوب ہم میں آیا! کس عنوان سے آیا؟ رب ذوالجلال نے فرمایا قد جاء کم من الله "آیا ہے اللہ کی طرف سے"۔

کیا آیا ہے؟ نور (نور آیا ہے)۔

دیکھیں! ایک آمد کا ٹائٹل (Title) ہے اور ایک جانے کا ٹائٹل (Title) ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو جس جگہ جو ٹائٹل (Title) لے کر آتا ہے اس ٹائٹل (Title) سے وہ بلایا جایا کرتا ہے۔

اس معبود حقیقی کی بارگاہ میں جائے تو: سبحن الذی اسری بعبده ہے، جب مخلوق کے پاس آئے تو قد جاء کم من الله نور و کتب مبین۔

تمہارے پاس تو نورانیت کی شان لے کر آیا ہے، نور بن کے آیا ہے۔ لہٰذا تمہیں تو اس کی شان کو اس انداز سے ملحوظ رکھنا ہو گا جس شان سے وہ تمہارے پاس آیا ہے۔

جب حضور کردگار جاتے ہیں تو رب فرماتا ہے:

سبحن الذی اسری بعبده (بنی اسرائیل:1)۔

"جاتے ہیں تو عبد بن کے، آتے ہیں تو نور بن کے"۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں موقعوں کی وضاحت ایک شعر میں کر کے قوم پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

تو حضرت سرورِ دو عالم ﷺ کی آمد کے موقع پر رب کائنات نے فرمایا:

"اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اور کتاب مبین آئی ہے"۔

بعض لوگوں نے "کتاب مبین" کا ترجمہ بھی اور "نور" کا ترجمہ بھی ایک ہی کرنا چاہا ہے، لیکن ان کو شاید یہ پتا نہیں کہ حروف پر بحث کرنے والے علماء (بلاغیوں، صرفیوں، نحویوں) کے نزدیک اصل وضع واضع میں واؤ (و) مغایرت کے لئے اور عطف کے لئے وضع ہوئی ہے۔ تو جو لفظ کے اصلی معنیٰ ہوتے ہیں وہ حقیقی کہلاتے ہیں اور جو معنیٰ کبھی کبھار آ ئیں وہ مجازی کہلاتے ہیں۔ حقیقی معنی بلا وجہ کئے جا سکتے ہیں، لیکن مجازی معنیٰ جب تک کوئی قرینۂ صارفہ موجود نہ ہو جو اصل معنیٰ سے ہٹانے کو مستلزم ہو، اس وقت تک مجازی معنیٰ نہیں کئے جا سکتے۔ تو مجازی معنیٰ کرنے کا جواز کیا ہے؟

اصل معنیٰ میں، وضع میں یہ (و) وضع ہوئی ہے مغایرت کے لئے۔ جب تک دو نہ ہوں واؤ آتی نہیں، اس لئے نور اور کتاب مبین کے درمیان "و" لگانے کا مطلب یہ ہے کہ نور اور ہے اور کتاب مبین اور ہے۔

اس پر ہماری کتابوں کو چھوڑ یئے۔ علامہ شوکانی (صاحب فتح القدیر) یمن کا رہنے والا، ابو محمد عبدالحق (صاحب تفسیر حقانی) کا استاد، غیر مقلدین کا امام اور جتنے بھی نبی پاک ﷺ کے فضائل و کمالات کے بارے میں جو کوتاہیاں برتنے والے ہیں سب کا مقتدا مانا جاتا ہے، اس نے اپنی تفسیر "فتح القدیر" کے اندر لکھا ہے: قد جاء کم من الله نور و هو محمد رسول الله ﷺ۔

مزا تو تب ہے پیارے کہ مدعی سے مدعا نکلے۔ تیری کتاب لکھ رہی ہے نور کون ہے؟ مدینے کا تاجدار ہے۔ چل میرا انکار کر، پر اپنے باپ کا تو نہ کر۔ میرے بزرگوں کا انکار کر، پر جس کو تو اپنا ایسا پیشوا سمجھتا ہے کہ اگر وہ بیچ میں سے حذف کر دیا جائے تو تیرے دین کی اصل ہی نہیں ملتی کہ تو کدھر سے آیا ہے، اس کی بات تو مان، وہ لکھتا ہے کہ نور سے مراد جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

اچھا اب اگر سرکار نور ہیں تو پھر بشر کس معنیٰ میں مانتے ہو؟

آؤ بتائیں کہ نبی پاک ﷺ کی ذات نور ہے، نبی پاک ﷺ کا لباس بشر ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی سے میری گفتگو ہوئی۔ گفتگو میں وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ نور اور بشر کے موضوع پر گفتگو کروں گا۔ اس وقت کافی سارے لوگ موجود تھے۔ میں نے کہا کیجئے لیکن یہ بات ذرا دھیان میں رکھنا ہو گی کہ غصے میں نہیں آنا ہو گا۔ اس نے کہا جی غصے نہیں ہوں گا۔ چلئے بات کیجئے۔ وہ مجھے کہنے لگا، آپ نبی پاک ﷺ کی بشریت کے منکر ہیں۔ میں نے کہا "ہم نبی پاک ﷺ کی بشریت کے منکر تو نہیں ہیں"۔ اس نے کہا اگر منکر نہیں ہو تو پھر سرکار کی بشریت کا عام پرچار کیوں نہیں کرتے ہو؟

میں نے کہا سارا قرآن مجید پڑھ کر دیکھا کہ مخلوق میں سے نبی کی بشریت کا پرچار زیادہ سے زیادہ کافروں نے کیا ہے۔ تو میں نے کلمہ پڑھا ہوا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ مجبوری ہے کہ میں نے کلمہ پڑھا ہوا ہے، کافروں والا کام میں نہیں کرتا۔" یار دارا بودن وحب سکندر داشتن"۔ کلمہ بھی پڑھوں اور کافروں والا کام بھی کروں، یہ کام، یہ مہم زیادہ سے زیادہ کافروں نے چلائی ہے۔ اس لیے میں اس میں نہیں پڑتا، نہ میری جماعت پڑتی ہے۔

خیر سوچنے لگے، کہنے لگے، اس کے معنیٰ ؟

میں نے کہا: "معنیٰ جوں جوں سوچتے جاؤ گے، تو تو کھلتے جائیں گے۔ مگر تم بتاؤ سرکار کی نورانیت کے منکر ہو کہ قائل؟

اس نے کہا سرکار کی نورانیت کا قائل ہوں۔

میں نے کہا سرکار کی نورانیت کے اگر قائل ہو تو سرکار کی نورانیت کا عام پرچار کیوں نہیں کرتے ہو؟

اس نے کہا پرچار اس مجبوری سے نہیں کرتے کہ سرکار کی ذات بشر ہے، سرکار کی صفات میں سے ایک صفت نور ہے۔ تو چونکہ ذات کی اہمیت اور قیمت زیادہ ہوتی ہے تو جس کی اہمیت (Importance) زیادہ ہے ہم اس کا ذکر کرتے ہیں، چونکہ سرکار کی صفات میں سے ایک صفت نور ہے تو صفت جو ہوتی ہے اس کی اہمیت کم ہوتی ہے اس لئے ہم اس کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔

میں نے کہا "بتاؤ پوری زندگی میں ایمان داری سے کسی بھی جلسے میں سرکار کی نورانیت کا تم نے اعلان کیا ہے؟ کبھی نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ تم سرکار کی نورانیت کے قائل ہوتے تو کبھی ذکر کرتے۔ یہی نہیں یہ بعد میں فیصلہ کریں گے کہ جس کی ذات کی اہمیت ہو اس کی صفت کی اہمیت ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ مگر تم یہ لکھ دو کہ سرکار کی ذات بشر ہے اور صفت نور ہے۔

اس نے کہا لکھنے کا کیا فائدہ؟ میں نے کہا اگر تمہیں اپنے علم پر اعتماد ہے تو لکھ دو اور اگر اپنے علم پر بداعتمادی ہے تو انتظار کرو۔ مجبوراً اس نے لکھ دیا کہ سرکار کی ذات بشر ہے سرکار کی صفت نور ہے۔

میں نے کہا مولانا یہ جو آپ نے لکھ کے دیا ہے، یہ آپ نے اپنی صفت کا پروانہ لکھ کے دیا ہے۔ کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا ابھی آپ سے منوا کے چھوڑوں گا۔ مجھے یہ بتائیے کہ ذات کا وجود مقدم ہوتا ہے یا صفت کا وجود مقدم ہوتا ہے؟ بتائیے ذات پہلے ہوتی ہے یا صفت پہلے ہوتی ہے؟۔

ایک راجہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے شاہ صاحب بات اس بولی میں کیجئے جو ہم بھی سمجھیں۔ اتفاق سے راجہ صاحب نے مونچھوں پر تیل لگایا ہوا تھا اور طرہ باندھا ہوا تھا۔ میں نے کہا راجہ صاحب مرد ہونا آپ کی ذات ہے اور مونچھوں پر تیل کی چمک یہ آپ کی صفت ہے۔ مجھے یہ بتائیے کہ پہلے آپ مرد تھے یا مونچھوں پر پہلے تیل چپکا کرتا تھا اور بعد میں آپ مرد بنے؟ کہنے لگے ہاں، ہاں، اب یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ صفت واقعی بعد میں ہوتی ہے۔

میں نے کہا اب اس پر گفتگو کر لیتے ہیں کہ بشر پہلے بنا ہے نور بعد میں بنا ہے تو پھر ذات سرکار کی بشر ہوگی صفت نور ہوگی لیکن اگر تاریخ بتائے، واقعات بتائیں، دین بتائے، حدیث بتائے، سیرت بتائے، مسلمانوں کا تواتر بتائے اور مسلمانوں کا استمرار بتائے، مفسرین کا استمرار بتائے کہ پہلے نور بنا ہے، بعد میں بشر بنا ہے، تو جو پہلے ہوگی وہ ذات ہوگی جو بعد میں ہوگی وہ صفت ہوگی۔

اب یہ فیصلہ کرنا مطلوب ہے اگر بشر پہلے بنا تو ذات بشر۔ نور بعد میں بنا تو صفت نور، لیکن اگر واقعات بتائیں پہلے نور بنا اور بعد میں بشر بنا تو پہلے جو بنا ہو گا ذات تو اسے ماننا جائے گا۔

امام عبدالرزاق جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ میں نہیں میرے استاد، پیر نہیں پیروں کا پیر، بخاری نہیں بخاری کا شیخ ہے، ان کی کتاب "مصنف عبدالرزاق" کے اندر یہ حدیث آئی ہے۔ سرکار نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اول ما خلق اللہ نوری "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا"۔

میرا اور نور۔ تحقق وقوع اور معنیٰ و مفہوم میں کوئی ذرا بھی ابہام رہ گیا؟

اول ما خلق اللہ نوری۔ مسند اور مسندالیہ کے اسناد میں کوئی شبہ رہ گیا؟

سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کا معرفہ نحویوں کے نزدیک متکلم ہوتا ہے۔ پتا ہے (Proper Nouns) میں سب سے زیادہ معرفت کس کو ملتی ہے؟ سب سے اچھا معرفہ پتا ہے کون سا ہوتا ہے؟ زید سب سے اچھا معرفہ نہیں ہوتا "وہ" سب سے اچھا معرفہ نہیں ہوتا "تو" سب سے اچھا معرفہ نہیں ہوتا۔ "میں" سب سے اچھا معرفہ نہیں ہوتا۔ واحد متکلم حاضر (First Person Singular Noun) سب سے

اچھا معرفہ ہوتا ہے۔

نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اول ما خلق اللہ نو ری۔

یائے ضمیر متکلم ہے۔

اللہ نے پیدا کیا۔ کیا؟ نور۔ کس کا؟ میرا۔

پیدا کرنے والا کون؟ اللہ۔

پیدا ہونے والی کیا چیز؟ نور۔

بنایا کس نے؟ اللہ نے۔ اب بتائیے کوئی شبہ رہ گیا؟

اول ما خلق اللہ نو ری "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا"۔

اس پر ایک اور اعتراض ہوا معترض کہتا ہے میں اس پر ایک حدیث لاؤں گا کہ جو اس حدیث کا توڑ ہوگی اور آپ کی یہ حدیث قابل احتجاج نہیں رہے گی یعنی سند کے قابل نہیں رہے گی، اس سے ثبوت نہیں لایا جا سکے گا۔ میں نے کہا اچھا لاؤ۔ کہتے ہیں حدیث میں آتا ہے۔

اول ما خلق اللہ القلم "سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا"۔

میں نے کہا کسی منزل پہ یہ خیانت چھوڑ دیتے تو کچھ نہ کچھ مزا ہوتا، آگے کیوں نہیں پڑھتے ہو؟ آگے رب نے قلم سے فرمایا: فقال اللہ لہ اکتب "رب نے اس سے کہا لکھ" فکتب ما کا ن و ما سیکون "تو قلم نے وہ کچھ لکھ دیا جو پہلے تھا اور جو بعد میں ہوگا"۔

سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا اے قلم لکھ! تو قلم نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو پہلے تھا اور جو بعد میں ہوگا۔

اور کچھ تھا تو لکھا نا! تو وہ "پہلے" کیا تھا؟

کن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حرف نشان نہ آہا جدوں دتی میم گواہی
اجے وی سانوں اوہ پئے دسدے پہلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رل تاہیوں بیٹھے جداں سک دوہاں نوں آہی

اب معترض کی پیش کردہ حدیث میں ایک جملہ ایسا آ گیا۔ جس نے منوا دیا کہ قلم سے پہلے بھی کچھ تھا۔ وہ کون تھا؟ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: "میں تھا"

اول ما خلق اللہ نو ری "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بنایا"۔

اب بشر کی تاریخ معلوم کرتے ہیں کہ وہ کب بنا؟

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین

"میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔

سب سے پہلے بشر کی ابھی (Combination) ہی نہیں ہوئی۔ ابھی اس کی ترکیب عنصری عمل میں نہیں آئی۔ پانی پانی ہے، کیچڑ کیچڑ ہے، مٹی مٹی ہے۔ ہوا ہوا ہے، یہ ساری چیزیں الگ الگ پڑی ہوئی ہیں۔ خام میٹریل (Material) پڑا ہوا ہے۔ فرمایا: "میں اس وقت بھی کرسی نبوت پر جلوہ افروز تھا"۔

اب رہ گئی یہ بات کہ کیا بشریت میں اور نورانیت میں کوئی تضاد ہے؟

پوری دنیا کے علماء کے پاس جائیے اور پوچھئے۔ کیا یہ کلیتین متبائنین ہیں، جو کبھی اکٹھی نہیں ہوں گی۔ کیا یہ کوئی نور اور ظلمت ہے جو کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے؟

بشر ہو کے نور ہو سکتا ہے، نور ہو کے بشر ہو سکتا ہے؟

جو کوئی یہ کہتا پھرتا ہے کہ نور کا درجہ کم ہے اور بشر کا درجہ زیادہ ہے۔ وہ جاہل ہے دین سے اسے بے خبری ہے، اگر دین کو جانتا ہوتا تو کبھی نہ کہتا۔ کیوں؟

اس لئے کہ قرآن نے فرمایا: اللہ نور السموت والارض (النور:35)

اللہ تعالیٰ نور ہے۔اب اگر وہ بشر کو ''من حیث البشر'' نور سے افضل مانے تو اللہ سے بھی افضل مانتا ہے۔''**نور علی الا طلاق**'' سے اگر کسی بھی مخلوق کو افضل مانتا ہے تو یہ اس کا اعتقادی کفر ہے۔اس سے اسے رجوع کرنا چاہیئے۔

بشر کسی طرح سے بھی نور سے افضل نہیں مانا جاسکتا جبکہ صرف اسے بشر تسلیم کیا جائے۔اگر کوئی افضلیت کی جہت ہے تو وہ کوئی اور ہو سکتی ہے۔وہ رسالت ہوسکتی ہے،وہ نبوت ہوسکتی ہے،وہ خلت ہوسکتی ہے،وہ ''**کلیم اللهی**'' ہوسکتی ہے،وہ ''**خلیل اللهی**'' ہوسکتی ہے۔

''بشر''''من حیث البشر'' نور سے اگر افضل ہوتا تو پھر ابوجہل کا افضل ہونا بھی لازم آتا ہے کیونکہ بشر وہ بھی تھا۔بات کو سمجھو۔

اب ثابت ہوا کہ بشریت میں اور نورانیت میں کوئی تضاد نہیں۔اس عدم تضاد کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کرتا ہوں۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے نور ہیں کہ نہیں؟

بالیقین نور ہیں۔لیکن ایک مقام پر قرآن مجید بتائے گا:

فتمثل لها بشر سويا (مریم:17)

''وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا''۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام بالکل آدمی کا روپ دھار کے آگئے۔جناب مریم نے سمجھا یہ کوئی مرد ہے۔کہا خدا کے بندے میں بڑی پارسا ہوں۔میری عزت وعظمت اللہ کی ایک عظیم امانت ہے۔لیکن جناب جبرئیل علیہ السلام نے یہ نہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں۔انہوں نے بندہ ہی سمجھ کے بات کی اور انہوں نے بندہ ہی بن کے بات کی۔جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلام زكيا (مریم:19)

''بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں''۔

جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ بھیجا ہوا ہوں اور میں اس لئے آیا ہوں تا کہ میں تجھے بیٹا دوں۔انشاء اللہ بھی نہیں کہا،انشاء اللہ تجھے بیٹا دوں۔

فرمایا: تا کہ میں دوں؟ بیٹا۔

معلوم ہوا یہ **من لدن الله** کی بات ہے یہ **من دو ن الله** کی بات نہیں۔''**من لدن الله**'' کا حکم اور ہے''**من دون الله**'' کا حکم اور ہے،مگر کریں کیا؟ ہر ایک کو اپنا ہی سوجھتا ہے۔ہمیں اپنے سوجھتے ہیں انہیں اپنے سوجھتے ہیں۔

ایک مرتبہ کراچی میں ایک بزرگ تشریف لے گئے۔تقریر فرمارہے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ گیارہویں کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ گیارہویں کو منظور ہوئی،نوح علیہ السلام کا بیڑا گیارہویں تاریخ کو تیرا،حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار گیارہویں کو گلزار ہوئی،حضرت اسماعیل علیہ السلام پر جو کچھ تکالیف کے ایام تھے وہ گیارہویں کو دور ہوئے اور اسی طرح سے موسیٰ علیہ السلام پر دریا گیارہویں تاریخ کو پھٹا۔یہ اتنی باتیں بتاتے ہیں۔وہ مولوی صاحب فرمانے لگے یہ نہیں بتاتے کہ شیطان کی تاریخ پیدائش بھی چاند کی گیارہویں ہے،اس کے گلے میں لعنت کی طوق پڑنے کی تاریخ بھی گیارہویں ہی ہے،اسی طرح بہت ساری باتیں گیارہویں گیارہویں کے نام پر نکال ماریں۔پتا تھا کہ پوچھنے والا جو کوئی نہیں۔اتنے میں ایک آدمی ان کے وطن کا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔اس نے کہا مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانتا۔کہا کہ اگر نہیں بھی پہچانتے تو بات سنو! انہوں نے کہا دراصل یہ جو ہمارے مولوی ہیں یہ گیارہویں گیارہویں کے ذکر میں نبیوں،ولیوں،غوثوں،قطبوں،پیغمبروں،رسولوں،حبیبوں،کلیموں اور خلیلوں کا ذکر کرتے ہیں اور گیارہویں تاریخ کا ذکر کرتے ہیں اور تو نے بھی گیارہویں کے نام سے شیطان،شیطان کی ولادت،شیطان کی ملعونیت اور کفار،کفار پر عذاب،عذاب پر عذاب،عذاب بالائے عذاب۔یہ ساری باتیں گیارہویں گیارہویں کے نام سے تو نے بھی ذکر کیں،گیارہویں گیارہویں کے نام سے انہوں نے بھی ذکر کیں،لیکن اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا ہوں کہ ہر ایک آدمی کو اپنے بزرگوں کی تاریخیں یاد ہوتی ہیں۔ان کے جو بزرگ ہیں ان کی تاریخیں انہیں یاد ہیں،جو تیرا بزرگ ہے تجھے اس کی تاریخ یاد ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ''**من لدن الله**'' کا حکم اور ہے''**من دو ن الله**'' کا حکم اور ہے۔

فرشتہ نوری ہے،لباس بشر کا پہن کے آگیا۔

لفظ بشر''**منصوص علیه**'' ہے۔

فمثل لها بشرا سويا (مریم:17)

اور علم نحو میں "حال" کی ایک بحث آتی ہے کہ: "کونہ منتقلا مشتقا یغلب لکن لیس مستحقا" یہ شرح ابن عقیل کی عبارت ہے کہ "جو اسم حال ہے وہ اکثر مشتق آتا ہے لیکن کبھی کبھی وہ جامد بھی آتا ہے" اور اسم جامد کی مثال متن میں یہ دی ہے کہ "حال بشریت میں جبرئیل آیا"۔ معلوم ہوا نوری حال بشری میں آسکتا ہے۔

نہیں تو نحو کا اس عبارت کا جواب لاؤ؟

ذمہ داری سے کہتا ہوں۔ شرح ابن عقیل مدینہ طیبہ یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہے۔ اگر شرح ابن عقیل کے متن کے اندر یہ مثال موجود ہے، نحو کے امام کہتے ہیں اور مدینے کی یونیورسٹی کہتی ہے تو پھر تمہارا نہ ماننا، یا تمہاری لادینیت کی دلیل ہے یا تمہاری جہالت کی دلیل ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نوری لباس بشری پہن سکتا ہے۔

اس پر ایک اور اعتراض ہوا کہ جبرئیل نوری تھا تو بچے تو نہیں پیدا کئے!

بچے پیدا کرنا ازدواجی تعلقات قائم کرنا ثابت کرتا ہے کہ جو نوری ہو وہ ازدواجی تعلقات پیدا نہیں کیا کرتا۔ یہ کس نے لکھا ہے؟ یہ کس کتاب میں ہے کہ جو نوری ہو وہ ازدواجی تعلقات پیدا نہیں کر سکتا؟

قرآن پاک نے فرمایا: وما انزل علی الملکین ببا بل ھا روت وما روت (البقرہ۔102)

تفسیر خازن (مصنفہ علامہ خازن بغدادی متوفی 725ھ) میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ وہ فرشتے جو تھے انہوں نے "فشربا" دونوں نے شراب پینے کے بعد عورت سے بدقماشی کی۔ فو قعا علیھا (دونوں نے اس سے بدکاری کی) فرا ھما رجل (ایک آدمی نے ان کو دیکھ لیا) فحملا علیہ (پس اس پر وہ چڑھ دوڑے) فقتلاہ (دونوں نے اسے قتل کر دیا)۔

نوری بھی اگر اس طاقت کو آزمانے پہ آئے تو کر سکتا ہے، کسی کتاب میں اس امر کو ممنوع قرار نہیں دیا۔ دیکھو، نوری ہو کے ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟

پھر اعتراض ہے کہ اس ازدواجی تعلق سے بچے پیدا کرنے کی کوئی سند نہیں؟

لو اس کی بھی سند لاتے ہیں: جنت کے اندر اہل جنت سے پوچھا جائے گا۔ اے اہل جنت بتاؤ کوئی ایسی بھی نعمت ہے کہ جو جنت میں موجود نہ ہو۔ عرض کریں گے۔ مولا کریم اور تو ساری نعمتیں موجود ہیں البتہ چھوٹے چھوٹے سال، ڈیڑھ سال، دو دو سال کے بچے جو شیر خوار ہوتے ہیں وہ نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ پیار کرنے سے جو لذت محسوس ہوا کرتی تھی اس سے ہم محروم ہوئے، تیری عنایت ہے کہ تو عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت حور حاملہ ہوگی، اسی وقت اللہ تعالیٰ اس نورانی حور کے پیٹ سے بچہ عطا کرے گا، اسی وقت وہ جنتی بچہ کھیلنے لگ جائے گا۔

معلوم ہوا نوری بچے پیدا کرنے پہ بھی آئے تو کر سکتا ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ جی بشر قرآن نے کہا ہے؟

قرآن نے تو اور بھی کئی ایک باتیں کہی ہوئی ہیں:

مثلاً حضرت یونس علیہ السلام عرض کرتے ہیں: لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین (الانبیاء 87) "اے مولا کریم تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے اور میں ظالموں میں سے ہو گیا ہوں"۔

علمائے عقائد سے پوچھئے اگر اس آیت کی بنیاد پر کوئی آدمی جناب یونس علیہ السلام کو ظالم کہے تو اسی وقت کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ نبی کا اپنے آپ کو ظالم کہنا یہ اس کی عاجزی ہے اور دوسرے کا اس کو ظالم کہنا یہ بے ادبی اور گستاخی ہے، جو از قسم کفریات ہے۔

اس کے بعد قرآن مجید کا سروے (Survey) کر لیتے ہیں۔ 6666 آیات میں سے نبی کو "بشر" کہنے کے تین موقعے ملتے ہیں:

اللہ نے نبی کو بشر کہا ہے۔

نبی نے اپنے آپ کو بشر کہا ہے۔

کافر نے نبی کو بشر کہا ہے۔

چوتھا موقع میرا چیلنج (Challenge) ہے تلاش کر کے بتاؤ؟ انشاء اللہ 6666 آیات میں سے نہیں بتا سکو گے۔ آگے پیچھے حدیث کا سہارا نہیں۔ آیتیں! آیتوں کا سروے (Survey) کرو۔ آیتوں میں تیسرے سے چوتھا موقع انشاء اللہ نہیں لا سکو گے۔

اللہ نے نبی کو بشر کہا ہے، یا نبی نے اپنے آپ کو بشر کہا ہے، یا کافر نے نبی کو بشر کہا ہے۔

اب جب کوئی نبی کو بشر کہے گا تو ہم پوچھنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر یہ تین ہی موقعے ملتے ہیں نبی کو بشر کہنے کے، تو تم اپنا تعارف کراؤ؟ کون ہوتے ہو؟ بتاؤ؟ اللہ تو ایک ہے وہ تو کوئی اور ہو نہیں سکتا۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، سرکار مدنی تاجدار کے بعد اب کسی کی نبوت کا سلسلہ چل نہیں سکتا، نہ کوئی نبی آ سکتا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام آئیں گے امتی بن کے آئیں گے۔ ہاں! تیسرا دروازہ البتہ کھلا ہوا ہے۔

آپ کہیں گے قیاس سے کہتا ہے۔ علامہ صاوی عرب وعجم میں جن کی کتاب مسلمہ ہے، ان کی کتاب صاوی علی الجلالین مطبوعہ مصر میرے کتب خانے میں موجود ہے، حوالہ انڈر لائن (Under line) ہے: ''فقا لو ابشر یھدو ننا فکفرو'' (التغابن 6)۔

اس مقام پر صاحب تفسیر صاوی نے لکھا ہے: الفاء سببه ای کفرو لسبب هذ القو ل لکھتے ہیں فکفروا میں ''ف'' سببیہ ہے جو سبب بیان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا مابعد نتیجہ ہے میرے سے پہلے آنی والی بات کا۔

پہلے کیا بات آئی ہے: ''انہوں نے نبی کو بشر کہا''۔

نتیجہ کیا نکلا ہے؟ فکفرو ا۔ (پس ہو کافر ہو گئے)۔

یہ ''فا'' نتیجہ بیان کرتی ہے۔ کہانی کو لفظ بشر سے اس کا اطلاق کرنا اور نبی کو بشریت کے نام سے خطاب کرنا اور نبی کو بشریت کا ڈھنڈورا پیٹنا دراصل یہ از قسم کفریات ہے۔

اچھا اب یہ کس طرح فیصلہ کریں کہ یہ توہین کا کلمہ ہے؟

ایک اصول ہے علم عقیدہ کا کہ جو کام کل تک جائز تھا اگر آج اس میں ہتک کا شبہ پیدا ہو گیا ہے تو آج وہ نبی کے حق میں کرنا ممنوع ہو جائے گا۔

مثلاً: منافقین نے کہا: راعنا۔

قرآن نے فرمایا: لا تقولو راعنا ''راعنا نہ کہو''۔ (البقرہ:104)

''راعنا'' فی حد ذاتہ مذموم کلمہ نہیں تھا لیکن یہودیوں کا ایک شعور ابھر جانے سے ہتک کے لئے استعمال ہونے لگا، اس میں احتمال ہتک پیدا ہو گیا۔ تو جو کلمہ کل تک جائز تھا آج وہ اس وجہ سے حرام ہو گیا کہ اس میں ہتک کی معمولی گنجائش نکل آئی۔

پس معلوم ہوا کہ ساری زندگی کوئی کلمہ استعمال ہوتا رہا ہو لیکن جس وقت اس میں ہتک کا احتمال آج پیدا ہو جائے تو اسی وقت منع ہو جائے گا۔ اس کی دلیل فقہاء کے نزدیک یہی آیت ہے۔

تو اب کس طرح پتا چلے کہ ہتک کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ نہیں؟ کل ڈپٹی کمشنر (Deputy Commissioner) صاحب کا راستہ روک کے ان کو کہو او بشر کدھر جا رہے ہو؟ ڈپٹی کمشنر صاحب کو جانے دو ممکن ہے آپ کی ملاقات نہ ہو سکتی ہو۔ اپنے ابے کو کہو، او بشر! کدھر جا رہے ہو؟ اگر تمہاری ماں پاس بیٹھی ہوئی تو کہے گی شرم نہیں آتی، باپ کو بشر کہہ رہے ہو! او باپ کو بھی جانے دو۔ بیگم کو کہو اپنے خاوند کو صبح دفتر بھیجنے کے لئے کہے او بشر جلدی واپس آنا۔ کیا سمجھے گا میری آج عزت کر کے بھیجا ہے؟

بہر طور کسی بھی انسان کو کہہ دیا جائے او بشر! گلی میں جاتے ہوئے آدمی کو کہہ دو او بشر! تو وہ آدمی اپنی ہتک محسوس کرے گا۔ اگر ایک معمولی آدمی کے لئے یہ ہتک کا کلمہ بن گیا ہے تو کیا آپ کو حق پہنچتا ہے آپ اپنے نبی کے بارے میں استعمال کریں؟

کہتے ہیں جی، پھر قرآن میں جگہ جگہ کیوں لکھا ہوا ہے؟

آؤ جس جگہ لکھا ہوا ہے تھوڑی سی وہ بھی آپ کو سیر کرائیں۔ رب ذوالجلال نے فرمایا:

انی خا لق بشر ا من صلصا ل من حما مسنون (الحجر:28)

''میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے''۔

میں کیچڑ مٹی سے آدمی بنانے لگا ہوں۔ یہ بات فرشتوں نے بھی سنی اور شیطان نے بھی سنی۔ کس نے کہی؟ اب رب کو یہ بات کہتے ہوئے سننے کے بعد شیطان نے اپنی ڈائری پر نوٹ کر لی، کہ نبی کے لئے بشر کا لفظ تو استعمال ہوا ہے بوقت ضرورت استعمال کریں گے دیکھو بنتا کیا ہے؟

رب ذوالجلال نے فرمایا: فقعو له سجدین (الحجر:29)

''تو اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا''۔

وقع یقع سے قعو فعل امر ہے۔ فقعو له سجد ین فا کلمہ حذف ہو جاتا ہے ایسی حالت میں۔ تو یہ امر ہے مطلب یہ ہے کہ ''جس وقت

سے تیار کر چکوں اور اس میں روح پھونک دوں تو اس وقت اس کے سامنے سجدے میں گر جانا"۔

اس موقع پر ایک کلاس فیلو کہنے لگے، شاہ صاحب! جب اللہ نے کہہ دیا ہے میں بشر بنانے والا ہوں تو اب اس کی بشریت کے پرچار میں آپ کو کیا گلہ ہے؟

میں نے کہا مجھے یہ بتا؟ جو کام رب نے کرنا تھا اس نے کہا میں کروں گا۔ جو کام مخلوق کو کرنا تھا اس کے بارے میں کہا یہ کام تمہیں کرنا ہو گا۔ میرا کام مٹی سے بشر بنانا اور تمہارا کام اس کے سامنے سجدے میں گر جانا۔ اگر تو خدا ہے تو خدا والا کام کر، نہیں تو بندے کا پتر بن۔

بات کو سمجھو رب تعالیٰ کے جو اپنے Rights (استحقاق) ہیں، وہ اس نے اپنے لئے Preserve (محفوظ) کئے ہوئے ہیں۔ یعنی جن حقوق کا تحفظ خدا کے لئے ہو چکا ہے، ان کا اپنے لئے استعمال کرنا تو یہ خدا کا Status Maintain کرنے کے برابر ہے۔ گویا اپنے آپ کے بارے میں خدائی کا دعویٰ!

میرے کتب خانے میں ایک کتاب ہے معرفۃ المذاہب قلمی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے علم عقائد کے موضوع پر یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کے متن میں چند باتیں لکھی ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ واقعی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج تک خدائی کے دعوے داروں میں کوئی غریب آدمی نہیں گزرا۔ آج تک نبوت کے جھوٹے دعوے داروں میں کوئی ان پڑھ آدمی نہیں گزرا، بڑے چوٹی چوٹی کے عالم ہوتے رہے۔ خدائی کے دعوے داروں میں متمولین اور سرمایہ دار اور نبوت کے جھوٹے دعوے داروں میں بڑے بڑے چوٹی کے مولوی، خطیب، ادیب۔ لکھتے ہیں کیوں؟ کہتے ہیں جس وقت دولت آ جائے تو اس وقت بندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا خدا بننے کو دل چاہتا ہے۔ اگر دولت بھی ہو تو بندۂ خدا بن کر رہے تو وہ بندہ قابل دید ہے اور جس وقت علم آ جائے تو امتی رہنے کو دل نہیں چاہتا۔ تو جس کے پاس علم بھی ہو اور نبی کا غلام بن کر بھی رہے:

غم نہ کھا رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ

یہ وہ آدمی ہے جس نے آٹھ گھنٹے میں کتاب الدولۃ المکیہ کے شریف میں سرکار نبی پاک ﷺ کے علم غیب پر لکھی اور ایک حوالہ کوئی ماں کا لال آج تک اس کا غلط ثابت نہیں کر سکا اور اس کا جواب بھی آج تک کوئی ماں کا لال نہیں لکھ سکا۔ پوری دنیا کی زبان گنگ ہے، پوری دنیا کے قلم دان خاموش ہیں۔ وہ آدمی جس نے آٹھ گھنٹے میں پوری کتاب لکھی اور دنیا بھر کا معرکۃ الآرا مسئلہ لکھا تو وہ آدمی سرکار کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر کہتا ہے:

غم نہ کھا رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

تو تو ہے عبد مصطفیٰ۔ تو تو ہے عبد مصطفیٰ۔ واقعی سرکار کے غلام ہیں۔

عرض ہے کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب علم آ جائے تو امتی رہنے کو دل نہیں چاہتا نبی بننے کو دل چاہتا ہے۔ اگر علم بھی ہو تو نبی کا غلام بن کر بھی رہے وہ بندہ قابل دید ہے۔

خیر بشر کی ہسٹری (History) عرض کر رہا تھا کہ حضرت رب ذوالجلال نے فرمایا: "میں بشر بنانے والا ہوں لیکن جب بنا کے تیار کر چکوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو تمہیں سجدہ کرنا ہوگا"۔

اب خالق ہو تو خالق والا کام کرو اور اگر نہیں ہو (یقیناً نہیں ہو) تو پھر مخلوق والا کام کرو، سیدھے ہو جاؤ۔

اچھا! اب یہاں دو پارٹیاں بن گئیں۔

ایک (فرشتوں) نے کہا، جو کچھ رب نے کہا ہے اس پر عمل کریں گے۔

دوسرے (شیطان) نے کہا عمل نہیں کریں گے جو کچھ رب نے کہا ہے وہ کہیں گے۔

دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک فرشتوں کی پارٹی ہو گئی اور ایک شیطان کی۔

فرشتوں کی پارٹی کا موقف کیا تھا؟ انہوں نے کہا! رب جو کہتا ہے کہتا رہے وہ اس کی اپنی شان ہے اس کی شان کے لائق ہے، ہم تو اس کے بندے بے دام غلام، اس کی عاجز مخلوق، اس کے نیاز مند، وہ وحدہ لاشریک خدا ہے، وہ کہے تو کہے، اس کا حق بنتا ہے۔ ہم دم نہیں مارتے جو کچھ چاہتا ہے وہ کریں گے۔ خواہ بشر کہتا ہے، خواہ مٹی سے بنتا ہے، خواہ کچھ کرتا ہے، پر ہمیں حکم دیا: فقعوا لہ سجدین تمہارا کام صرف اور صرف اتنا ہے۔

بنانا میرا کام ہے، روح پھونکنا میرا کام ہے، بشر کہنا میرا کام ہے، پر سجدہ کرنا تمہارا کام ہے۔
اب بتاؤ! سارے بیان میں مخلوق کا حصہ کتنا بنا؟
بشر کہے تو رب، روح پھونکے تو رب اور سجدہ کرے تو نوری فرشتہ۔
شیطان نے کہا کہ میں سجدہ نہیں کروں گا۔
رب ذوالجلال نے پوچھا:
قال یا بلیس ما لك الا تكون مع السجدین (الحجر:32)
''فرمایا: اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا''۔
بعض لوگ کہتے ہیں سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر پتا ہوتا تو سوال کیوں کرتے؟ سرکار کے بارے میں سوال کرتے ہوئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ رب کو پتا تھا تو رب نے ابلیس سے پوچھا کیوں؟ معلوم ہوا کبھی پتا ہوتے ہوئے بھی پوچھا کرتے ہیں۔
پوچھا سجدہ کیوں نہیں کیا؟
اس نے کہا: لم اكن لا سجد لبشر (الحجر:33)
''مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں''۔
شیطان کہنے لگا میری یہ شان نہیں ہے، میرا یہ سٹیٹس (Status) نہیں ہے کہ میں اتنا پڑھنے لکھنے کے بعد، آسمان یونیورسٹی کا چانسلر لگنے کے بعد پھر بھی مٹی کے پتلے کے سامنے سجدہ کرتا پھروں۔ جو کلمات رب کائنات نے کہے تھے۔ بالکل وہی کلمات اس نے دہرائے کہ جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا میں اس کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں۔
اب دونوں کا موقف اور دونوں کا نتیجہ آئینہ کی راہ عمل متعین کرتا ہے۔ ایک موقف تھا فرشتوں کا اور ایک موقف تھا شیطان کا:
فرشتوں کا موقف تھا: ''سجدہ کرنا''
شیطان کا موقف تھا: ''نبی کی بشریت کا پرچار کرنا''۔
اب رب تعالیٰ جل شانہ کا جو سلوک ہے وہ جائز اور عدم جائز کو واضح کر دے گا۔
اگر یہ کوئی بہت اچھا کام ہوتا تو رب ذوالجلال اس کے بدلے میں شیطان کی عزت افزائی فرماتا کہ اس نے صحیح مسئلے کو سمجھا ہے اور میں نے جس کو بشر کہا تھا اس نے اس کی بشریت کو پہچان لیا لیکن شیطان کے ساتھ کیا سلوک ہوا:
قال فاخرج منها فانك رجيم (الحجر:34)
''تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے''۔
علماء سے پوچھو کہ کسی کام کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں فقہی اصول کیا ہے؟
اگر کوئی کام کرنے کے بعد شریعت اسلامیہ نے سزا مقرر کی ہے تو یہ اس کی حرمت کی دلیل ہے اور اگر کسی کام کرنے کے بعد جزا مقرر کی ہے تو یہ اس کے استحباب اور اس کے مستحب ہونے اور اس کے بہتر ہونے پر دلیل ہے۔
آپ کی حسامی لکھتی ہے کہ نہیں؟ آپ کی اصول الشاشی لکھتی ہے کہ نہیں؟ نور الانوار لکھتی ہے کہ نہیں؟ آپ کی کشف المبہم لکھتی ہے کہ نہیں؟ مسلم الثبوت لکھتی ہے کہ نہیں؟
یہ ساری کتابیں اگر لکھتی ہیں کہ جس کام کو قرآن عظیم بیان کرے اور ساتھ میں اس کی سزا بیان کرے تو یہ اس کی حرمت کی دلیل ہے اگر بعد میں اس کی جزا بیان کرے تو یہ اس کے جواز کی دلیل ہے۔
تو بشر کہنے والے کو جوتے مار مار کر اس کا سر گنجا کر دیا تو اس کی حرمت کی دلیل ہوئی کہ نہ ہوئی۔
کہتے ہیں منع کرنا ثابت نہیں!
بات کو ثابت کرنے کا بھی تو طریقہ ہوتا ہے۔ پہلے Islamic jurisprudence پڑھو۔ اس پر فارمولا (Formula) اپلائی (apply) کرو کہ کوئی کام بیان کرنے کے بعد شریعت اسلامیہ نے اس کام کے مرتکب کو سزا دی ہے تو دلیل کس بات کی ہے؟ یہ اس کی حرمت کی دلیل ہے اور کوئی کام بیان کرنے کے بعد اس کی جزا کا ذکر کیا ہے تو یہ اس کام کے استحباب کی دلیل ہے۔
تو اس سے ثابت ہوگیا کہ نبی کو بشر کہنا اگر حلال ہوتا تو شیطان راندۂ درگاہ نہ ہوتا۔

تو خیر آگے چلئے۔ دو قطاریں بن گئیں: ایک نبی کی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے۔ دوسرا نبی کی بشریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے۔
حضرت نوح علیہ السلام کا وقت آیا، رب ذوالجلال نے فرمایا:
ولقد ارسلنا نو حا الی قومه فقال یقوم اعبدو الله مالکم من اله غیره ،افلا تتقون ۔(المومنون:23)
"اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں"۔
اب نوح علیہ السلام کو رب ذوالجلال فرماتے ہیں ہم نے اس قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسے چھوڑ کے تم کسی کو پوجنے کے مجاز نہیں ہو۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟
لیکن قوم نے پتا ہے کیا کہا؟ منکروں کا پہلا ہی جملہ سنو:
فقال الملؤ الذین کفرو ا من قومه ما هذاالا بشر مثلکم یریدان یتفضل علیکمؑ (المومنون:24)
"تو اس کی قوم نے جس سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے"۔
پہلی بات: فقال الملؤ الذین کفروا من قومه۔ اس کی قوم میں سے ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے۔
خدا کی قسم قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے پر انسان کا ضمیر جھک جاتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ مولا تیرا ہر جملہ تیری خدائی کی دلیل ہے۔ جو کہنا تھا وہ بعد میں ذکر کیا۔ نبی کی بشریت کا اعلان وہ کر رہے تھے لیکن ان کے کفر کا ذکر پہلے کیا۔ نبی کی بشریت کے اعلان کا بیان بعد میں دیا۔ یہ معنوی طور پر کس امر کی غمازی کرتا ہے؟۔
رب یہ بتانا چاہتا ہے کہ جب تک کفر جیسا ناپاک عقیدہ سینے میں آ کر جاگزین نہ ہو جائے نبی کے لئے اتنے ہلکے الفاظ جو بشریت کی نوعیت کے ہوں وہ نہیں نکالا کرتے۔ یہ قوموں کی تاریخ ہے جو بتاتی ہے کہ نبی کو بشر کہنے کی مہم کن کے ہاں جاری تھی۔ ماننے والوں کے ہاں جاری نہیں تھی منکروں کے ہاں جاری تھی۔
نبی کو بشر کہنے کا جملہ وہ بعد میں ذکر کیا، رب ذوالجلال نے پہلے ان کے کفر کا ذکر کیا۔ یوں کہا جا سکتا تھا کہ "اس قوم نے کہا کہ یہ ہمارے جیسا بشر ہی ہے"۔ یہ کہا جا سکتا تھا۔
لیکن رب تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا:
فقال الملو الذین کفرو ا من قومه اس کی جماعت کے جو کافر لوگ تھے انہوں نے کہا کہ ما هذا الا بشر مثلکم (کہ نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی)۔
نبی کی بشریت کا اعلان ان کی زبانی جو ہوا اس کو بعد میں چھوڑ دیا، پہلے ان کے کفر کا تذکرہ کیا، جو علمی طور پر اس استدلال کا مفید ہے کہ پہلے کفر آ کے ڈیرے ڈالتا ہے اور اس کے بعد نبی کی بشریت کے ڈھنڈورے پیٹے جایا کرتے ہیں ما هذا الا بشر مثلکم
اگلا جو جملہ ہے وہ تاریخ کی ایک اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے جس کو دوسرا اگر کوئی واضح کرتا تو کبھی نہ کر سکتا۔ وہ کیا؟
یرید ان یتفضل علیکم
یہ جملہ کافر کی ابتدائی غرض بتا رہا ہے کہ کافر کس مجبوری سے نبی کی بشریت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ بات پلے باندھ لو زندگی میں انشاء اللہ اس بارے میں کوئی گمراہ نہیں کر سکے گا۔
کافر نے بتایا کس تکلیف سے نبی کو بشر کہہ رہا ہوں، مجبوری کیا ہے؟
کہتا ہے: یرید ان یتفضل علیکم "چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے"۔ وہ تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔
معلوم ہوا بشر کہنے والا نبی کی فضیلت کو روکنے کی غرض سے بشر کہہ رہا تھا نہیں تو اس کا جواب لاؤ، اس جملے کے کیا معنیٰ ہے"یـریـد ان یتفضل علیکم" وہ تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔
معلوم ہوا کافر کو خدشہ یہی ہے اگر میں نے بشر نہ کہا تو اس کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، فضیلت جبھی رکے گی جب میں بشر کہوں۔
ارے غرض تیری بھی وہی غرض اس کی بھی وہی، منزل تیری بھی وہی منزل اس کی بھی وہی، منشور تیرا بھی وہی منشور اس کا بھی وہی، ٹھکانہ انشاء اللہ تیرا بھی وہی اور اس کا بھی وہی۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے

کام تو وہی کرتا ہے۔ خدوخال تو تیرے برادران ہمزاد سے ملتے جلتے ہیں، جو منشور اس کا ہے تیرا بھی وہی لگتا ہے۔ جب منشور ایک ہے تو اندر سے بھی ایک ہی معلوم ہوتے ہیں! آگے چلئے۔ رب ذوالجلال نے فرمایا:

ثم انشا نا من بعد هم قر نا آخرین۔ (المومنون:31)

''پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت (قوم) پیدا کی''۔

یہ جناب ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے:

وقال الملا من قومه الذین کفروا و کذبو ا بلقاء الا خرة واترفنهم فی الحیوة الدنیا۔ (المومنون:33)

''اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا''۔

رب ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہود علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم میں سے بھی جو کافر تھے، انہوں نے بھی یہ بات کہی۔ پر کافروں کے ساتھ اور ہم چھلا بھی لگادیا، فرمایا:

واترفنهم فی الحیوة الدنیا

ان میں بڑے بڑے سیٹھ، بڑے بڑے امیر، ساہوکار، کاروباری، Millionair، بڑے بڑے چوٹی کے امراء، بڑے بڑے Capitalist (سرمایہ دار)، بڑے بڑے Feudals (جاگیردار)، بڑے بڑے برسر اقتدار لوگ شامل ہیں۔ **واترفنهم فی الحیوة الدنیا**۔ معلوم ہوا امیروں کا پرانا مذہب یہی چلا آرہا ہے۔

لیکن حضرت عثمان غنی ﷺ، جیسے امیر، حضرت صدیق اکبر ﷺ جیسے امیر، والئی بغداد ﷺ جیسے امیر، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ جیسے امیر، حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امیر، حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امیر، ایسے امیر تو سرکار کے غلام ہیں۔

سرکار نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

نعم ما ل صالح

''نیکیوں کا مال اچھا ہے''۔

لیکن کچھ امیر، عجیب وغریب امیر ہیں ان کا دماغ انکار ہی کی طرف جاتا ہے، اس لئے مذہب بھی وہی اختیار کیا جو منکروں کا مذہب ہے۔ ہر معاملے میں انکار ہی کی طرف جاتا ہے۔

لیکن انہوں نے کہا کیا؟

ما هذا الا بشر مثلکم (المومنون:33)

''یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی''۔

اور بشر پر استدلال کیا کیا؟

یا کل مما تا کلون منه و یشرب مما تشربون (المومنون:33)

''جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے''۔

بولی (Language) نے بتایا کہ جو آج نبی کی بشریت پر استدلال ہوتا ہے پہلے کے کافر بھی یوں ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ اس کے بعد قرآن عظیم ایک اور سنگت بیان کرتا ہے:

ثم انشا نا من بعدهم قرونا اخرین۔ (المومنون۔42)

''پھر ان کے بعد ہم اور سنگتیں (قومیں) پیدا کیں''۔

اور جناب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں (فرعون اور اس کی قوم) نے کیا کہا؟:

فقا لوا انومن لبشرین مثلنا وقومها لنا عبدون (المومنون:47)

''تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے''۔

بات کو سمجھو! کافروں کی مسلسل تاریخ میں چلا آرہا ہے نبیوں کو بشر کہنا، لیکن وہ وہی موڑ مڑ کے جواب مڑے جارہے ہیں۔

جناب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرمایا: ''اے قوم اللہ کی عبادت کرو''۔

لیکن قوم نے کیا کہا؟

فقالوا انو من لبشرین مثلنا۔ (المومنون:47)

معلوم ہوا جس کو ایمان لانا ہو وہ بشر نہیں کہتا جو بشر کہے اس کی ایمان لانے کی صلاح ہی نہیں ہوتی۔ کتنے غبی ہوا فرعون نے جس پر ایمان نہیں لانا تھا اس کو بشر کہا تھا اور تم اس کو بشر کہتے ہو جس پر ایمان لائے ہو۔

اور کہا کیا کہ کیوں بشر کہتے ہیں؟:

وقومهما لنا عبدون (المومنون:47)

دو وجہ بیان کرتے ہیں بشر کیوں کہتے ہیں؟

کمتر سمجھتے ہیں جن کی قوم ہماری غلام ہے ہم ان کو اپنا نبی مان لیں۔ ہمارے جیسے آدمی ہیں۔

معلوم ہو گھٹیا باور کرانے کے ارادے سے لوگ نبیوں کو بشر کہتے چلے آرہے ہیں اور یہ کافروں کی ایک مشترکہ غرض رہی ہے اور ان کا یہ مشترکہ منشور اور دستور رہا ہے جو آج تک چلا آرہا ہے۔ نبیوں کے منکروں کی بولیاں اور ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں کی بولیاں اور ہیں۔

البتہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبان کا ایک کلمہ نبی پاک ﷺ کے بارے میں ہے کہ: کان بشرا من البشر "سرکار بشروں میں سے ایک بشر تھے"۔

اس کے حوالے سے اعتراض ہوا کہ سب سے زیادہ اچھا پتا ہو سکتا ہے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کو، جب انہوں نے کہا بشروں میں سے ایک بشر تھے تو پھر تم ہمیں بشریت کے پرچار سے کیوں روکتے ہو؟ جب کہ تم خود بھی بشریت مانتے ہو۔

بشریت کا بطور صفت کے تسلیم کر لینا اور ہے اور بشریت کا پروپیگنڈا (Propaganda) کرنا اور ہے۔ لیکن جناب سیدہ کے اس جملے سے جو تم مطلب سمجھے ہو حاشا غلط غلط۔ یہ ہوس بے بصری ہے، اہل بصیرت کی یہ شان نہیں ہے کہ اس سے استدلال کرے۔ کیوں؟

اس لئے کہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری حدیث پڑھئے، فرماتی ہیں: کان یحلبی ثوبہ "سرکار اپنی جوئیں بھی دیکھ لیا کرتے تھے" اور یخذ نعلہ "اپنے جوتوں کو گانٹھ لیتے تھے" یعلف شاء تہ "اپنی بکریوں کو دوہ لیتے تھے" یہ وہی حدیث ہے۔

اس پر محدثین نے استدلال کیا ہے جب سرکار کو زندگی میں جوں پڑی ہی نہیں تو پھر جوئیں کیا دیکھ لیا کرتے تھے۔ خدا جانتا ہے پوری زندگی کے دام مانگنے والی بات ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ سرکار اپنے کپڑوں کی جوئیں دیکھ لیتے تھے۔ جب حدیث کا تواتر ہے کہ پوری زندگی میں سرکار کو کبھی جوں پڑی ہی نہیں تو جب جوں پڑی ہی نہیں تھی تو دیکھتے کیا تھے؟

کیا ثابت ہو رہا ہے؟

ثابت یہ ہو رہا ہے کہ یہ سرکار کی تعلیمی زندگی ہے، یعنی جس طرح جوئیں نہیں تھیں تو پھر بھی دیکھتے تھے اور دیکھ کر دکھاتے تھے کہ یوں دیکھا کرتے ہیں۔

اسی طریقہ سے ذات نوری تھی۔ پر تعلیم کے لئے بشر کا لباس پہن کے بشر والا کام کرتے تھے، تا کہ بشر کو بشریت کا ڈھنگ بھی سکھا جاؤں۔

میرا خیال ہے مسئلہ نور و بشر پر ایک اچھی تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور ضروری اشکالات جو تھے وہ حل ہو گئے جو ضروری ثبوت تھے وہ پیش کر دیئے۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆

دست نبی کی کرامات۔۔۔۔

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ

رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو سراپائے نور و رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کا کلام، خصائل و اطوار اور جسم منور باعث رحمت و برکت۔۔۔ آپ کے وجود اقدس کا ایک ایک عضو مبارک با کمال۔۔۔ سر مبارک کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک کی کرامات اور برکات واضح ہیں۔ یہاں دست مبارک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ کے وہ ہاتھ مبارک جو کرامات و برکات کا پیکر ہیں۔ کتاب اللہ نے انہیں یداللہ کہا۔ آپ کی حیات نور میں ان ہاتھوں کو دیکھا جائے تو کبھی بیماروں کے جسموں کو شفا، کبھی قلیل کھانے کو کثیر، کبھی لکڑیوں کو تلواروں میں تبدیل کرتے اور کبھی ان کو روشن کرتے، کبھی ماہ کا کلیجہ چیرتے، کبھی سورج کو واپس کرتے، کبھی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرتے، کبھی کمزور و لاغر جانوروں سے دودھ دوہتے، کبھی سینے پر لگا کر علم و حکمت کے موتیوں سے نوازتے، کبھی دامن میں یاداشت اور قوت حافظہ عطا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی لواء الحمد تھامے، کبھی جنت کی چابیاں اور کبھی جنت کے دروازے پر دستک دیتے دکھائی دیں گے۔

دست رسول ﷺ کو قرآن کریم نے یداللہ کہا ہے۔ یہ محبت کی داستاں اس وقت رقم کی گئی جب آقائے کریم اپنے غلاموں کے ہمراہ مکۃ المکرمہ کی جانب عمرہ کے لئے رواں دواں تھے۔ مشرکین مکہ خیال کر رہے تھے کہ مسلمان شاید جنگ کی غرض سے بڑھ رہے ہیں۔ یہ ان کے سازشی ذہن کی اختراع تھی وگرنہ یہ بات تو واضح تھی کہ مسلمان حالت احرام میں جنگی تیاری اور ساز و سامان کے بغیر اپنی منزل کی طرف جا رہے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے معاملات کی نزاکت کے پیش نظر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ سفیر رسول عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس موقع پر ایک درخت کے نیچے بیعت لی۔ احرام کی چادروں میں ملبوس چودہ سو صحابہ نے اس وقت آپ سے بیعت کی کہ شہادت عثمان کا بدلہ لینے میں کوئی دوسری بات ہی نہیں ہوگی۔ مکہ والوں سے خون کا بدلہ لیا جائے گا تاکہ سفارت کا تقدس واضح ہو جائے۔ صحابہ جذبہ ایمان سے سرشار اپنے ہاتھوں کو جان کائنات ﷺ کے ہاتھوں میں دے رہے تھے۔ اس موقع پر دست رسول کو یداللہ کہنے کا خوبصورت لہجہ قرآنی الفاظ میں ملاحظہ کریں:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما

''بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں بے شک وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے انکے ہاتھوں پر تو جس شخص نے اس بیعت کو توڑا تو بیعت توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا اور جس شخص نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا عنقریب اللہ اسے اجر عظیم سے نوازے گا''۔ (تذکرہ از علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب)

کتاب اللہ کے الفاظ میں کیا حلاوت ہے۔ بیعت رسول کو بیعت اللہ کہا جا رہا ہے۔ مصطفےٰ کریم ﷺ کے ہاتھوں کو یداللہ کے شرف سے نوازا جا رہا ہے۔ اہل محبت دست نبی کی عظمتوں اور برکتوں کی کرامات کو محسوس کر سکتے ہیں۔

حق و باطل کا پہلا معرکہ۔۔۔ بدر کا مقام۔۔۔ مسلمان و کفار برسرپیکار۔۔۔ خاتم المرسلین ﷺ اپنے یداللہ والے دست مبارک سے مٹی کفار کی جانب پھینکتے ہیں۔ قرآن جمالیاتی منظر کی عکاسی کرتا ہے اور اس موقع پر بھی دست رسول کے پھینکنے کو اللہ کا پھینکنا قرار دیتا ہے۔ سورہ انفال کی آیت نمبر 17 کے کلمات ملاحظہ ہو:

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

''اور جب آپ نے مشت خاک پھینکی تھی تو آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی''۔ (تذکرہ ترجمہ قرآن)

بدر کے وسیع میدان میں لشکر کفار پھیلا ہوا تھا۔ کوئی کھڑا تھا اور کوئی بیٹھا۔ کسی کا رخ ادھر تھا تو کسی کی پشت۔ دست نبی ﷺ نے خاک پھینکی تو ہر کافر کی آنکھ میں ذرات اثر انداز ہوئے۔ کفار دیکھنے سے معذور، بینائی میں خلل اور حواس کھوئے ہوئے، مقتولوں کی لاشوں کی پروا کئے بغیر بھاگ گئے۔ اس واقعہ سے بخوبی جانا جا سکتا ہے کہ یہ ہاتھ کسی عام بشر کے نہیں، بلکہ لبادہ بشریت میں اس نور مجسم کے ہاتھ ہیں جن کے پھینکنے کو بھی خالق کائنات اپنی جانب منسوب فرماتا ہے۔ مولانا محبوب عالم سوہاوی فرماتے ہیں:

کفاراں ول جو مٹی پھڑ وگائی
ہوئے انھے رہی نہ کجھ بینائی

کفار مکہ کی اذیتیں حد سے بڑھیں دارالندوہ میں یکبارگی حملہ کی سازش ہوئی۔ خالق کائنات نے سازشوں سے محبوب کو آگاہ فرماتے ہوئے ہجرت کا حکم فرمایا۔ ہجرت کی شب کاشانہ اقدس کے باہر قبائل عرب کے سردار ناپاک ارادوں سے مسلح کھڑے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے سورہ یسین کی ابتدائی آیات پڑھ کر مشت خاک پھینکی۔ دست نبی سے جاری ہونے والی خاک نے سب کے ہوش اڑا دیئے۔ قتل کے

راوی سے آنے والے نیند کی آغوش میں جا پہنچے۔ دشمن کے عزائم کو با کرامت دست نبی نے خاک میں ملایا اور ''ادخلنی مدخل صدق'' کی جانب بڑھنے لگے۔

امام الانبیا کے فضائل وخصوصیات تمام جہانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیگر کرامات ومعجزات کی طرح دست اقدس کی فضیلت بھی اپنے اندر وسعتوں کا ایک جہاں سموئے ہوئے ہے۔ حضرت انس ﷺ نے دست رسول کے حوالے سے مختلف احادیث بیان کی ہیں۔ جن میں رسول کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ کی وسعتوں، برکتوں، عظمتوں کا ذکر فرمایا ہے:

والمفاتیح یو م ء ذ بیدی

''روز قیامت جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی''۔

انا اول من یقرع باب الجنة

''سب سے پہلے میں جنت کے دروازہ پر دستک دوں گا''۔

بیدی لواء الحمد ولا فخر

''قیامت کے دن حمد الٰہی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اس پر کوئی فخر نہیں''۔

رب کریم نے اپنے محبوب کے ہاتھوں کو ایک خاص طاقت اور قوت سے نواز رکھا ہے۔ قربانی کے موقع پر 63۔ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے نحر فرمایا پھر حضرت علی ﷺ کو مزید اونٹ نحر کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح خندق کے موقع پر صحابہ ایک پتھر کو توڑنے میں کامیاب نہ ہونے تو مدنی تاجدار کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک نے کدال سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ پتھریلی چٹان فوراً ٹوٹ گئی۔

مسند امام احمد بن حنبل نے المسند میں حضرت ابوزید انصاری ﷺ کے حوالے سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں سرور کونین ﷺ نے مجھے قریب ہونے کا حکم فرمایا۔ میں قریب ہوا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر اور ڈاڑھی پر پھیرا اور فرمایا:

اللھم جملہ وادم جمالہ

''اے اللہ! تو اسے خوبصورت بنا دے اور اس کی خوبصورتی کو قائم رکھ''۔

دست نبی کی برکت سے آپ کی داڑھی اور سر کے بال سیاہ رہے کوئی بال سفید نہ ہوا، حالانکہ آپ نے ایک سو سال سے بھی زائد عمر پائی تھی۔ اتنی عمر کے باوجود جوانوں کی طرح سیاہ بال دست اقدس کی ہی برکات ہیں، ورنہ تو بالوں کو سیاہ رکھنے کے لئے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اتنی محنت ومشقت کے باوجود بھی بال مصنوعی طور پر ہی کالے کیے جاتے ہیں۔ حقیقی طور پر سیاہ تو دست اقدس کی برکت سے حضرت ابوزید ﷺ ہی کے ہوئے تھے۔

کردار کو سنوار دینا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ برائی سے چھٹکارا نصیب کر دینا بھی دست نبی کی خاص کرامت ہے۔ حضرت ابوامامہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نے بارگاہ نبی ﷺ میں حاضر ہو کر زنا کی اجازت طلب کی۔ حاضرین نے برا بھلا کہا آپ نے منع فرمایا، اس نوجوان کو قریب کیا اور فرمایا کیا تم اپنی ماں کے ساتھ بھی یہ حرکت کرو گے۔ وہ لرزا اور نفی کر کے کہنے لگا۔ کیا کوئی اپنی ماں کے ساتھ یہ حرکت کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جس کے ساتھ کرو گے وہ کسی کی تو ماں ہو گی، پھر آپ نے بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی کے حوالے سے پوچھا، تو اس نے عرض کیا کہ ان مقدس رشتوں سے کون ایسا کر سکتا ہے، پھر آپ نے اسے آغوش میں لیا اور اس پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی۔

اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ

''اے اللہ اس کا گناہ بخش دے اسکے دل کو پاک کر دے اور اسکی عصمت کی حفاظت فرما''۔

راوی کہتے ہیں کہ دست رسول کی برکت سے اس نوجوان کی کایا پلٹ گئی اور اس نے اپنے آپ کو پاکیزہ سیرت وکردار بنالیا۔ یہ ہے دست اقدس کی کرامت کہ زنا ایسے مرض سے نجات دلا دی۔ اس نوجوان کے جسم کے ساتھ دست مبارک کا لگنا اور پھر دعا کرنا اور پھر اس نوجوان کا سنور جانا، اس لئے کہ رب کائنات نے اسی بات کو پسند فرمایا کہ جس جسم کے ساتھ دست نبی ﷺ لگ جائے وہ جسم بدکاری سے محفوظ ہو جائے۔

دست اقدس نرم، ملائم، اطمینان بخش اور سکون نواز تھے۔ جو دست نبی سے ہاتھ ملاتا اس کے ہاتھوں اور جسم سے بھی خوشبو آنے لگتی۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ ﷺ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے بچوں کے رخساروں پر باری باری ہاتھ پھیرا۔ میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسے محسوس کی جیسے آپ نے اسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو لوگ آپ سے ہاتھ ملاتے کئی کئی دن ان کے ہاتھوں سے خوشبو محسوس ہوتی رہتی۔

سلام اندر جنہوں پنجہ پھڑاوے
سدا اسدے ہتھوں خوشبو ای آوے

قلوب واذہان پر گمراہی کی مہریں ثبت ہو جائیں تو پھر روشن وبین دلائل اور کرامات ومعجزات سے بھی دل کی دنیا تبدیل نہیں ہوتی۔ کفار مکہ کی کیفیات بھی کچھ ایسی ہی تھیں مگر اسی ماحول میں بہت سے دل حب اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کو قبول کر چکے تھے۔ قبول کرنے والوں نے بھی جان لیا تھا کہ حبیب خدا سے وابستگی ہی کامیابی کی علامت ہے۔ سرور کونین ﷺ کی ہر لحظہ یہی کوشش ہوتی کہ انسان اس دنیا میں آنے کے مقاصد کو پہچان جائے اور اسی عظیم مقصد اور مشن کی خاطر آپ ہمہ دم ابلاغ کے سلسلے کو جاری رکھتے۔ عظیم مشن کی خاطر کفار مکہ کے مختلف مطالبات کو بھی مدنظر رکھا جاتا۔ اسی طرح اہل مکہ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کیجیے۔ صاحب شق القمر نے انگلی اٹھائی اور روشنیاں بانٹتا بدر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ دست نبی کی کرامت کا ظہور ہوا۔ یہ منظر صرف اہل مکہ ہی نے نہیں بلکہ ہر جانب یہ نظارے ملاحظہ کئے گئے۔ مختلف علاقوں سے آنے والے مسافروں نے بھی گواہی دی کہ فلاں رات فلاں وقت ہم نے چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔

ذرا جاں حکم دی انگل بھنوائی
دو ٹکڑے چن ہو تا اندر ہوائی

صحابہ کرام ہمہ وقت خدمت، صحبت اور غلامی کے جذبوں سے سرشار رہتے۔ جمال رسول ﷺ سے اپنی نظروں اور من کو فیضیاب کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ دیدار کے جام اور خدمت رسول کو دوسرے کاموں پر ترجیح دیتے یہی وجہ ہے کہ خیبر کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنے سر اقدس کو رکھ کر آرام فرما ہوئے۔ باب مدینۃ العلم نے ابھی نماز عصر ادا نہ کی تھی۔ زیارت چہرہ والضحی میں مشغول ہونے کو بخت کی ارجمندی جانا۔ ادھر سورج غروب ہوا چاہتا تھا۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نماز عصر کے جانے پر چہرہ متغیر ہو گیا ہے۔ صاحب رجعت شمس نے ہاتھ بلند کر کے بارگاہ الٰہ میں عرض کیا:

اللھم ان علیا فی طاعتک و طاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس

صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

دست نبی کے بارگاہ الٰہ میں بلند ہونے اور دعا کی برکت سے ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹا اور حیدر کرار نے نماز ادا فرمائی۔

یداللہ والے ہاتھ اس قدر بابرکت ہیں کہ وہ ہاتھ جہاں لگے تو لمس والی جگہ سے بھی برکتیں جاری ہو گئیں۔ حضرت ذیال اپنے بیٹے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ دعا کے لیے عرض کیا۔ آقائے کریم ﷺ نے فرمایا۔ قریب ہو جاؤ۔ حنظلہ قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ کر فرمایا۔ بارك الله فيك ۔ اللہ تجھے برکت دے۔ ذیال کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے حنظلہ کے پاس لوگوں کو حاضر ہوتے دیکھا ہے کہ وہ چہرے اور جسم کے ورم کے لئے دم کرواتے اور حنظلہ اپنا ہاتھ اس جگہ رکھتے جہاں محبوب خدا نے اپنا دست قدس رکھا تھا اور پھر کہتے بسم الله على اثر يد رسول الله ﷺ اور پھر ورم کی جگہ پر لگا دیتے۔ ہاتھ رکھتے تو دست رسول کی برکات کے اثر سے ورم فوراً ٹھیک ہو جاتا۔ اس واقعہ سے اولاد کو مقربین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا کروانے، تھپکی لینے کا درس سیکھنے کے ساتھ دست رسول کی بزرگی اور کرامت کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

تاریخ اسلام اور سیرت طیبہ کا ایک اہم باب ہجرت نبی ﷺ ہے۔ سفر ہجرت میں رسول کریم ﷺ کا ام معبد کے ہاں تشریف لے کر جانا اور وہاں ایک کمزور، لاغر اور ناتواں بکری جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ ام معبد کی اجازت سے رسول کریم ﷺ کے دست مبارک لگے تو دودھ نہ دینے والی بکری بھی دودھ دینے لگ گئی، بلکہ دست رسول کی وجہ اس نے دودھ دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ام معبد اور ان کے ساتھی سب سیر ہو گئے۔ ام معبد کے تمام برتن بھی دودھ سے بھر گئے۔ دست رسول کی بزرگی کو دیکھتے ہوئے ام معبد نے اپنے خاوند سمیت مدینہ طیبہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر غلامی رسول کا قلادہ اختیار کیا۔ دست مبارک کی وجہ سے وہی بکری خلیفہ ثانی فاروق اعظم کے دور میں قحط کے باوجود بھی اسی طرح صبح وشام دودھ دیتی رہی اور وہ لوگ دودھ سے فیضیاب ہوتے رہے۔

صحابہ کرام صبح وشام بارگاہ رسالت سے فیضیاب ہوتے۔ آقا ﷺ بھی اپنے غلاموں کا ہر اعتبار سے خیال رکھتے اور ان کو ان کی ضروریات کے مطابق نوازتے۔ اندھیری اور طوفانی رات کی بات ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ دیر تک صحبت نبوی سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے رہے۔ جانے لگے تو محبوب کریم ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ عطا کی اور فرمایا کہ دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے اس کی روشنی پھیلے گی۔

جب گھر میں داخل ہونا تو سیاہ چیز نظر آئے گی۔ اس کو اتنا مارنا کہ وہ بھاگ جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ دست نبی کی برکت سے وہ شاخ روشن ہوگئی اور اسی شاخ کے ذریعے گھر سے شیطان کو بھی مار بھگایا۔ اسی طرح غزوہ بدر میں عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ نے ان کو ایک خشک لکڑی عطا کی۔ جونہی عکاشہ نے دست رسول سے وہ لکڑی لی وہ تلوار بن گئی اسی سے انہوں نے جہاد کیا۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور دست نبی سے مس ہونے والی لکڑی تلوار بنی تو وہ تلوار عون کہلائی۔

جان کائنات ﷺ منبع علم وحکمت۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو جہاں دنیا وآخرت کی دیگر ضروریات سے نوازا، وہی علم وحکمت کے گوہر نایاب سے بھی نوازا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کا شوق تھا کہ وہ احادیث کو یاد کریں لیکن وہ بھول جاتے اور اسی بھولنے کے حوالے سے قاسم علم وحکمت ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا چادر پھیلاؤ۔ ابو ہریرہ ؓ نے چادر پھیلائی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے یاداشت قوت حافظہ ان کی چادر میں ڈال کر فرمایا کہ سینے سے لگالو۔ ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں جو بھی لسان رسول ﷺ سے سنتا وہ مجھے یاد ہو جاتا۔ وہ مجھے بھولتا نہیں تھا۔ یہ دست مصطفےٰ ﷺ کی کرامت اور برکت تھی کہ فضا میں بلند ہوئے اور قوت حافظہ و یاداشت ابو ہریرہ ؓ کی چادر میں ڈال دیا۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ ؓ کو یمن کا گورنر بنایا تو آپ نے اپنی ناتجربہ کاری کا ذکر کیا تو رسول کریم ﷺ نے اس موقع پر اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مارا اور دعا فرمائی اللھم اھد قلبہ وثبت لسانہ۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ سینے پر دست مبارک اور دعا کی ایسی برکت تھی کہ فیصلوں کو کرتے ہوئے ذرہ بھر شک نہ ہوتا۔ دست رسول سینے پر لگا تو انشراح صدر ہو گیا۔ سینہ علم وحکمت اور اعتماد سے مالا مال ہو گیا۔

قلیل طعام کو کثیر بنانا دست رسول کی اہم کرامت و بزرگی ہے۔ غزوات و دیگر مختلف مواقع پر دست اقدس کی برکت سے تھوڑے سے کھانے سے سینکڑوں خدام سیر ہوئے۔ ایک جنگ کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ ؓ کے ہاتھ ایک توشہ دان لگا جس میں اکیس کھجوریں تھی۔ رسول کریم ﷺ کے استفسار پر آپ نے وہ توشہ دان بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ آپ نے اپنا دست اقدس توشہ دان پر رکھا اور فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو بلاتے جائیں۔ ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں بلاتا گیا دس دس لوگ آتے گئے حتی کہ سینکڑوں صحابہ کھجوروں سے فیض یاب ہوئے، پھر آپ ﷺ نے وہ توشہ دان ابو ہریرہ ؓ کو عطا کر کے فرمایا۔ جب چاہو ہاتھ ڈال کر اس سے کھجوریں نکالتے رہو، لیکن توشہ دان کو کبھی نہ انڈیلنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دست مصطفےٰ کی برکت سے توشہ دان کی کھجوروں میں قدر برکت ہوئی کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ؓ کے دور میں بھی میں اس سے کھجوریں نکال کر اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا۔ شہادت عثمان ؓ کے بعد وہ توشہ دان مجھ سے چھن گیا، لیکن ایک طویل مدت تک دست رسول کی برکات سے میری حاجات کی تکمیل ہوتی رہی۔ اسی طرح ایک اور غزوہ کے موقع پر دو یا تین آدمیوں کے کھانے پر دست مصطفےٰ کی عنایت ہوئی تو سینکڑوں افراد نے وہ کھانا تناول کیا۔

دست نبی کی برکات و رحمات کے کیا کہنے۔ دنیا وآخرت میں اس کی کرامات اور بزرگیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ خاتون جنت فرماتی ہیں کہ جس روٹی پر دست نبی لگ گیا اس پہ آگ نے بھی اثر نہیں کیا۔ وہ لوگ کتنے بخت والے ہیں جنھوں نے اپنے ہاتھ جان کائنات ﷺ کے ہاتھوں میں دے کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ یقیناً وہ بھی آخرت کی آگ سے محفوظ ہوں گے۔ بلکہ یقین اسی بات کا ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے مصطفےٰ کریم کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا اور پھر جنھوں نے ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا اور پھر یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہا کہیں سے انقطاع نہ ہوا تو انشاءاللہ بالواسطہ بھی ہاتھ دینے والوں اور بیعت کرنے والوں کو بیعت رسول ﷺ اور دست اقدس کی برکات کا فیضان ضرور پہنچے گا۔ آخر میں بارگاہ رب العالمین میں یہی التجا ہے کہ

محبوب ﷺ کے ہاتھوں میں برکتیں دینے والے پیارے رب!

مصطفےٰ کریم ﷺ کے ہاتھوں کو ید اللہ کہنے والے سوہنے رب!

حضور سرور کونین ﷺ کے ہاتھوں میں لواء الحمد عطا کرنے والے پیارے رب!

جان کائنات ﷺ کو جنت کی کنجیاں دینے والے سوہنے رب!

رحمۃ اللعالمین ﷺ کے ہاتھوں کو تمام جہانوں کے لئے بابرکت بنانے والے پیارے رب!

ہمیں بھی اپنے محبوب ﷺ کے دست اقدس۔۔۔دست رحمت۔۔۔دست کرم۔۔۔دست خیر۔۔۔دست نور۔۔۔کی برکات سے دنیا وآخرت میں نواز دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین وبجاہ بدر رسول اللہ ﷺ

☆☆☆

گزر گیا ہے کوئی گل بدن اس آنگن سے

لیاقت علی مفتی

ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی کا ایک انتہائی مصروف تجارتی علاقہ ہے۔ اس کے بارے میں تو یہاں تک مشہور ہے کہ براعظم ایشیاء کا طویل اور مصروف ترین بازار بھی یہی ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے لوگ دینی اور مذہبی اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ عمومی مشاہدہ تو یہی ہے کہ جہاں مادیت زیادہ ہو وہاں دین و مذہب کے ساتھ تعلق کمزور ہوتا ہے مگر اس کے بالکل برعکس ٹینچ بھاٹہ والے دینی اعتبار سے بھی خوش عقیدگی کی سعادتیں رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر علاقوں کی نسبت یہاں کی مساجد بھی زیادہ آباد نظر آتی ہیں۔ میلادالنبی ﷺ کے جلوس ہوں یا معراج النبی ﷺ کی محفلیں، شب برأت کی عبادتیں ہوں یا شب قدر کی جستجو میں، تذکرۂ اصحاب ہو یا ذکر اہل بیت یہ لوگ ہر اعتبار سے ہر ایک سے آگے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا یہ ذوق و شوق دیکھ کر ذہنوں میں یہ تجسس ابھرتا ہے کہ آخر دین کے ساتھ ان لوگوں کی اس لازوال وابستگی کا سبب کیا ہے؟ یہ سوال اگر آپ وہاں بسنے والے بزرگ افراد سے پوچھیں تو ہر ایک کا جواب یہی ہوگا کہ دراصل اس علاقے میں آج سے تقریباً تین دہائیاں سال قبل ایک اللہ والے نے ڈیرہ جمایا تھا۔

دیوار و در سے یہ خوشبو جو آ رہی ہے ہنوز
گزر گیا ہے کوئی گل بدن اس آنگن سے

جی ہاں! ٹینچ بازار کے انتہائی اہم دینی مرکز" جامع مسجد المینار" کے منبر و محراب سے 35۔ برس پہلے قال اللہ اور قال الرسول کی ایک انتہائی جاندار آواز گونجی تھی جو صرف چار سال کے مختصر عرصے میں پورے وطن پر چھا گئی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اس وقت مسجد کے سامنے سے لوگ گردنیں جھکائے گزرتے تھے۔ کسی سوزوکی والے کی جرأت نہ تھی کہ وہ اونچی آواز سے ٹیپ ریکارڈر آن کر کے مسجد کے سامنے سے گزر سکے۔ وہاں کی گلیاں اور محلے ذکر خدا اور ذکر رسول ﷺ کی دلآویز خوشبوؤں سے مہکتے تھے۔ نوجوان نام خدا اور نام رسول پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور بابوں کی آنکھیں بھی محبت رسول ﷺ سے پرنم رہتی تھیں۔

المینار مسجد کے قریب رہنے والے ایک بزرگ حاجی محبوب الٰہی یہ باتیں کرتے کرتے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور بڑی حسرتوں کے ساتھ ان لمحوں کو یاد کرنے لگے جب ہر نماز کے بعد مسجد میں درس قرآن یا درس حدیث کی محفل سجتی تھی۔ بڑے بڑے علماء وہاں قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ منطق و فلسفہ کی ادق کتابیں پڑھنے بھی تشریف لایا کرتے تھے۔" سکندر ہوٹل" والے کی چائے بھی اسی مسجد کے دم قدم سے علاقہ میں مشہور ہوئی۔" حاجی صاحب" ٹینچ بھاٹہ کے ماضی قریب کی بجو بصورت تاریخ یاد دلا رہے تھے اور سننے والوں کا تجسس لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا کہ آخر وہ ہستی کون تھی جس کی دینی محبت، خدا پرستی اور زہد و تقویٰ کے اثرات آج بھی وہاں محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے حاجی صاحب بولے پنڈی والے جانتے ہیں کہ یہ سارا فیضان خاندان رسول ﷺ کے چشم و چراغ مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی کا ہے۔ شاہ جی نے یہاں اپنی جوانی کی پانچ بہاریں اس طرح گزاریں کہ در و دیوار بھی ایسے لگتا تھا جیسے مدینہ کے ماحول کی تصویر بنے ہوں۔ جمعہ والے دن مسجد کے تینوں ہال اور چوتھی چھت بھر جانے کے بعد سامنے کی مارکیٹوں کی چھتیں اور سڑکیں بھی نماز پڑھنے والوں سے بھر جاتی تھیں۔ یہ سب لوگ اردگرد سے صرف اور صرف شاہ جی کو سننے کی تڑپ لئے آتے تھے۔ انہوں نے یہ باتیں قصہ پارینہ کے طور پر ذکر کیں مگر مشاہدہ اب بھی یہی ہے کہ آج تک یہاں کے لوگ شاہ جی کے نام پر تمام مصروفیات چھوڑ کے انہیں سننے کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ برس کی" پیغام حسین کانفرنس" کے بعد کئی مرتبہ بہت سے احباب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وقت کافی گزر چکا ہے شاہ جی کے مبارک قدموں سے ٹینچ کے خطے کو فیض بار ہوئے، لہٰذا عرض کی جائے کہ شفقت فرماتے ہوئے وقت عنایت فرمائیں تا کہ لوگ اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو سکیں۔ اس خواہش کا اظہار قبلہ شاہ جی سے کیا گیا۔ آپ کی جانب سے کوئی جواب نہ ملا ۔۔۔۔۔ حد ادب کا پاس کہ دوبارہ عرض کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔۔۔۔۔ سوچا شاید ابھی کسی جلسے کا انعقاد خلاف حکمت ہو مگر دوسرے روز صبح آنکھ کھلی تو موبائل پر قاسم بھائی کا پیغام موصول ہوا جو انہوں نے رات اڑھائی بجے بھیجا تھا۔ وہ پیغام صرف پیغام ہی نہ تھا بلکہ ٹینچ والوں کے لئے ایک عظیم خوشخبری تھی۔ لکھا تھا

" شاہ جی نے آپ کو 3۔ رمضان المبارک یوم سیدہ فاطمۃ الزہرا کا وقت عنایت فرمایا ہے"۔

پیغام موصول کر کے اس محاورے کی صداقت پر یقین اور مستحکم ہوا کہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں اور کاتب تقدیر ان کی تقدیر کے فیصلے لکھ رہا ہوتا ہے۔

ویسے بھی شاہ جی قبلہ کے قریب رہنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ رات کے پچھلے پہر جب لوگ خواب غفلت میں ہوتے ہیں آپ اس وقت دینی کام کی ترتیب و تنظیم اور منصوبہ بندی فرماتے ہیں اور دن کو جب دنیا والے دنیاوی دھندوں میں مشغول ہوں آپ رات کی

منصوبہ بندیوں کو تکمیل عطا کرنے کے لیے مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں۔اس رات بھی اسی تنظیم و ترتیب کے دوران تیغ والوں کے سوتے میں ان کی قسمت جاگی۔اس پیغام محبت سے وہاں کے گلیوں محلوں میں ایک ہلچل سی محسوس ہوئی۔ ہر کوئی منتظر تھا 3۔رمضان المبارک کا۔

سبھی جانتے ہیں کہ رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی لوگوں کے تمام معمولات یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں۔اس حوالے سے عام تاثر یہی تھا کہ رمضان المبارک میں دن بھر کی بھوک پیاس، نماز تراویح کی تھکاوٹ اور پھر بوقت سحر اُٹھنے کی فکر ایسے معاملات شاید محفل میں پبلک کی شرکت میں رکاوٹ بنیں، مگر یہ سارے اندازے غلط ثابت ہوئے اور نماز تراویح کے دوران ہی خلاف معمول المینار مسجد کے تینوں ہال نمازیوں سے بھر گئے۔لوگوں نے ان تمام معاملات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا کی عظمتوں کو سلامیاں پیش کرنے کے لئے محفل میں بھرپور شرکت کی۔تل دھرنے کی جگہ نہ ہونے والا محاورہ ایسے لگا جیسے بنا ہی اسی محفل کے لئے ہو۔سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے سے سجائی گئی اس تقریب میں لوگوں کی والہانہ شرکت نے ثابت کیا کہ زمانوں میں سے ہر زمانہ اہل بیت اطہار کا ہے۔یہ کتنی دلچسپ تاریخی حقیقت ہے کہ تاریخ، مورخ، لشکر، سپاہ، قوت، طاقت، حکومت اور اقتدار سب کچھ دشمنان اہل بیت کے قبضے میں رہا۔ انہوں نے جو چاہا اسے تاریخ کا حصہ بنایا اور جہاں سے چاہا تاریخ مسخ کی مگر اس کے باوجود آج بھی عوام کی تڑپتی عقیدتوں اور سلگتی محبتوں کا مرکز ومحور خاندان نور اور خانوادہ رسول ﷺ ہی ہے۔

اہل بیت اطہار پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستانیں پڑھتے ہوئے تاریخ کا طالب علم لرز لرز جاتا ہے۔۔۔۔۔انہیں شکست دینے کے مکروہ ارادوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا۔۔۔مگر اللہ تو اللہ ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔۔۔ایک موقع پر کسی حکمران نے اپنے ایک بھٹکے ارادے کی مخالفت پر مخالفت کرنے والے سے پوچھا تھا۔۔۔۔۔میرے ارادے میں کون حائل ہو سکتا ہے؟ تو کتنا خوبصورت جواب تھا ان کا "وہی ذات جو انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے"۔۔۔۔۔بلاشبہ ان مکروہ ارادوں کی تکمیل میں بھی وہ کبریائی والی ذات کیسے حائل ہوئی۔3۔رمضان المبارک کی یہ محفل اس کا ایک واضح ثبوت تھی۔۔۔۔۔کوئی مانے نہ مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ "وتعز من تشاء وتذل من تشاء" کی عظمتیں رکھنے والے اللہ نے تاقیامت رفعتیں خانوادہ رسول کے نام کر دی ہیں۔

نماز تراویح کے بعد حسب روایت تلاوت کلام پاک سے محفل شروع ہوئی۔۔۔۔۔اس کے بعد نعت و منقبت کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ

اہل سنت میں حُبِ رسول کی تحریک اٹھانے والے!

انہیں خدا پرستی اور آخرت سازی کا درس دینے والے!

اور فکر قرآن کو قریہ بہ قریہ، کو بکو اور سو بسو پھیلانے والے عظیم قائد مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی تشریف فرما ہوئے۔

شاہ جی کی آمد پر حاجی سلیم کے ساتھ مل کر تمام شرکائے محفل آپ پر عقیدتوں اور محبتوں کی گلاب پتیاں نچھاور کرنے لگے۔آپ کے تشریف فرما ہونے کے بعد محترم علامہ سید ابرار حسین شاہ نے بارگاہ بتول میں منقبت پیش کی۔منقبت کے بعد نعرہ تکبیر و رسالت اور نعرہ حیدری کے یزیدیت شکن نعروں سے خطاب کا اعلان ہوا۔جس کے بعد قبلہ شاہ صاحب رونق افروز منبر ہوئے۔

قرآن کا نور بکھیرتی آواز۔۔۔۔۔قرآن وحدیث کا نور بکھرنے لگا۔۔۔۔۔شاہ جی کی زبان سے حقائق علوم کے چشمے ابلنے لگے۔۔۔۔۔اور سامعین محفل "گوش برآواز" کے مصداق سماعت میں منہمک ہو گئے۔۔۔۔۔عربی خطبہ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد قبلہ شاہ صاحب فرمانے لگے۔

برادران دین وملت!

آج آپ جس عظیم نام اور عظیم تاریخ کی خوشبو سونگھنے کے لئے تشریف فرما ہوئے ہیں ان کے حضور اپنی نمازوں کی طرح اسی محبت سے درود وسلام پیش کریں۔شاہ جی کے یہ فرماتے ہی محفل میں درود وسلام کی گونج پڑ گئی اور ایسے لگا جیسے ہر کوئی گھرانہ رسول کے حریم میں محبت میں کھڑا عقیدتوں کے سلام اور محبتوں کے تحفے پیش کر رہا ہے۔بعد ازاں بات آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

یہ بات مدینہ شریف کی ہے اور اسے حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم کی جلالت شان پر کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا۔ان کی روایات کو ہر زمانے میں حجت تسلیم کیا گیا آپ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی نور نظر اور لخت جگر سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا سے پوچھا:

بیٹی! کیا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا؟

بی بی پاک نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔
اللہ نے آپ کو جو حکمتیں عطا فرمائیں وہ آپ ہی جانتے ہیں لیکن اگر آپ ان حکمتوں سے پردہ کشائی فرمادیں تو آپ کی بیٹی کا دل خوش ہو جائے گا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بیٹی! اللہ رب العزت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک برگزیدہ خاتون ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا اور میں نے تمہارا نام فاطمہ رکھ کر فاطمہ اور اس کی قیامت تک آنے والی اولاد کے دوزخ سے نجات پا جانے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اس روایت کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا۔

حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی جناب میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی صاحبزادی کا نام فاطمہ کیوں رکھا؟۔۔۔۔۔۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل قد فطمها و ذریتها عن النا ر یوم القیامة

"بے شک اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے دور کر دیا ہے"۔

رسول کریم ﷺ نے بی بی پاک کا نام جب فاطمہ رکھا تو یہ بھی ارشاد فرمایا تھا "انا ابن الفواطم ولعواتك" میں فواطم کا بیٹا ہوں اور میں عواتک کا بیٹا ہوں۔ فواطم فاطمہ کی جمع ہے اور عواتک عاتکہ کی جمع۔ لسان العرب نے یہ بھی لکھا کہ عاتکہ وہ خاتون ہے جس کے آباؤ اجداد میں اللہ رب العزت نے طہارت و پاکیزگی رکھی ہو۔ اور فاطمہ کا معنی چھڑا دینا، آزاد کر دینا، دور کر دینا رکھا گیا، اس اعتبار سے فاطمہ وہ ہوگی جس کو نار جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ جسے ہر طرح کی گندگی سے دور کر دیا گیا ہو یا وہ جسے بدفکری سے محفوظ بنا دیا گیا ہو۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جس کو ہر طرح کی نسبی پستی سے بچا کے حسب و نسب کا علو عطا کر دیا گیا ہو وہ فاطمہ ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان "انا ابن الفواطم والعواتك" کے مفاہیم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ میں ان کا بیٹا ہوں جن کے آباؤ اجداد من اول الی الآخر پاکیزہ واطیب ہیں، نہ شرک کی غلاظت نہ حسب و نسب کی پستی، نہ بدفکری کے زوال اور نہ ہی برے انجام کی فکر۔ اللہ نے ہر شے سے انہیں محفوظ بنا دیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے "الفواطم والعواتك" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ رسول کریم علیہ السلام کے ددھیال و ننھیال پر نظر ڈالیں تو تیرہ فاطمہ ددھیال میں اور تیرہ فاطمہ ننھیال میں نظر آئیں گی۔ حضور ﷺ نے نسبتوں کی اتنی عظمتوں کے باعث سیدہ پاک کا نام بھی "فاطمہ" ہی منتخب فرمایا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ بی بی پاک کی ولادت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سے بھی مشورہ کیا کہ اپنی اس نور عین اور سکون دل کا نام کیا ہونا چاہیے؟ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا نام میری ماں کے نام پر رکھا جائے۔ حضور علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے پوچھا تمہاری ماں کا نام کیا ہے انہوں نے کہا "فاطمہ"۔ حضور علیہ السلام نے شفقت آمیز تبسم کے ساتھ فرمایا میری ماں کا نام بھی تو فاطمہ ہے۔ فاطمہ بنت اسد۔ گویا وہ ایمان کی پیکر خاتون صرف مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کی ماں نہ تھیں بلکہ حضور علیہ السلام نے بھی انہیں اپنی ماں قرار دیا۔

الفواطم والعواتك کا مطالعہ کرتے جائیں معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ کی پالنے والی ماں کا نام بھی فاطمہ، سیدہ خدیجہ کی والدہ کا اسم گرامی بھی فاطمہ، مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ بھی فاطمہ، شعب ابی طالب میں حضور علیہ السلام کو نگاہوں میں رکھنے والی بھی فاطمہ، زبیر بن عوام کی پرورش کرنے والی بھی فاطمہ، ہاشم کی ماں بھی فاطمہ اور زینب کی دادی بھی فاطمہ گویا حضور ﷺ کی لخت جگر۔۔۔ فاطمۃ الزہرا۔۔۔ اور نسبتوں کا یہ ہجوم "واللہ یختص بر حمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"۔ حافظ ابن کثیر دمشقی نے البدایہ والنہایہ میں لکھا اور سب جانتے ہیں یہ چھوٹا بندہ نہ تھا بہت بڑا آدمی تھا لہٰذا چھوٹوں کو بھی کم از کم ان بڑے لوگوں ہی کے اسلوب کی خیرات لینی چاہیے اور ان مقامات سے ادب کے ساتھ گزرنا چاہیے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مکہ کے تمام روساء اور بڑے بڑے سردار اکٹھے ہوئے ان سب میں ایک بڑے ٹھاٹھ باٹھ والا سردار مطعم بن عدی بھی تھا۔ اس نے ان سب کو اکٹھا کر کے کہا آج فیصلہ ہو جانا چاہیے اور یہ روز روز کی اذیت ختم ہو جانی چاہیے جس میں محمد ﷺ نے (العیاذ باللہ) ہمیں مبتلا کر رکھا ہے مشاورت کے بعد وہ لوگوں کے ایک ہجوم کے ساتھ جناب ابوطالب کے پاس آیا۔ اس قافلے میں گرتا پوش ایسا آدمی تھا جس نے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کو پہچاننا ناممکن تھا۔ السلام علیکم کا رواج تو نہ تھا البتہ اس زمانے کی روایت ملاقات نبھائی گئیں۔ حال احوال کے بعد انہیں بٹھایا گیا۔ ہاشمی طور طریقے سے ان کی تواضع کی گئی۔ ستو میں پسی کھجوریں کھانے اور زمزم کے ساتھ جگر کو ٹھنڈا کرنے کے بعد مطعم بن عدی کہنے لگا۔ اے ابوطالب آج ہم تمہارے پاس ایک حاجت لے کر

آئے ہیں جناب ابوطالب نے پوچھا حاجت کیا ہے؟ کہنے لگا اے ابوطالب!!

انت رئیس العرب انت صاحب الجمال و صاحب الکمال وانت مرجع الناس مزید کہنے لگا لوگ مشکل میں ہوں تو رجوع تمہاری طرف ہی کرتے ہیں۔ تم ہی یتیموں کے سرپرست شفقت رکھنے والے ہو۔ تمہاری ہیبت اور حسن عربوں کے ہاں مسلمہ ہے۔ وعدہ کرو آج ہماری بات مانو گے اور ہماری حاجت پوری کرو گے؟ جناب ابوطالب فرمانے لگے او پنڈلیوں پر پیشاب کرنے والو! کیا تم آج اس لئے آئے ہو کہ جذبات میں مبتلا کر کے ابوطالب کو اپنی سوچوں کی گرفت میں لے لو گے اور اپنے افکار کی رسیوں میں جکڑ لو گے؟ میں وعدہ نہیں کرتا۔ پہلے یہ بتاؤ وہ برقع پوش اور نقاب پوش کون ہے؟ اور اسے ساتھ کس مقصد کے لئے لائے ہو؟ جب تم پردہ ہٹاؤ گے ابوطالب پھر تمہیں تمہارے سوال کا جواب دے گا۔

مطعم ابن عدی نے مایوسی کے ساتھ کہا میں باتوں کی جنگ تو ہار گیا۔ یہ کہنے کے بعد اس نے دستور کے مطابق جناب ابوطالب کی تعریف کی اور پھر آواز ماری یاعمارۃ بن ولید اے عمارہ بن ولید چہرے سے پردہ ہٹا۔ اس نے نقاب ہٹایا عمارہ کا خوبصورت چہرہ دیکھنے والوں کو Attract کر رہا تھا۔ یہ عمارہ حضرت خالد بن ولید کا چھوٹا بھائی تھا اور کہتے ہیں کہ عربوں میں اس خاندان اور قبیلے سے بڑھ کر کوئی حسین قبیلہ نہ تھا۔ ہاشمی بھی خوبصورت لوگ تھے لیکن ان کا سفید رنگ گندمی تھا جس میں ملاحت زیادہ ہوتی ہے اس کے مقابلے میں عمارہ کا خاندان گورا چٹا زیادہ تھا۔ مطعم بن عدی آج اپنے ساتھ اس خوبصورت خاندان کا وہ حسین نوجوان لے کر آیا جس کی زلفیں حسین حسین ۔۔۔۔۔۔ جس کا چہرہ ابھرتا ابھرتا ۔۔۔۔۔۔ جس کی آنکھیں مقناطیسی مقناطیسی ۔۔۔۔۔۔ اور جس کی نظریں شربتی شربتی ۔۔۔۔۔۔ گویا حسن و جمال میں اپنی مثال آپ ۔۔۔۔۔ جناب ابوطالب نے پوچھا اس نوجوان کو ساتھ کیوں لائے ہو؟ وہ کہنے لگا ہمارے ساتھ ایک سودا کر و تم ہم سے حسین وجمیل عمارہ لے لو اور اپنا محمد ﷺ ہمیں دے دو ۔۔۔۔۔؟ جناب ابوطالب نے پوچھا میں عمارہ کو لے کر کیا کروں گا اور تم محمد ﷺ کو کس لئے لو گے ۔۔۔۔۔؟ وہ کہنے لگا عمارہ تم لے لو، یہ تمہاری آنکھوں کا سکون بنے گا ہمیں اپنا محمد ﷺ دے دو تا کہ آج جتنے عرب سردار یہاں آئے ہیں سارے مل کر معاذ اللہ محمد ﷺ کو شہید کر دیں تا کہ دین کی دعوت کو ابھرنے پھیلنے سے پہلے منقطع کر دیا جائے۔ یہ سنتے ہی جناب ابوطالب نے جلالت مآب چہرہ ان کی جانب اٹھایا اور فرمانے لگے ۔۔۔۔۔ واللہ "اللہ کی قسم" ۔۔۔ قسم اٹھانے کا انداز یہ بتاتا ہے کہ ابوطالب کی پرانی عادت تھی اللہ اللہ کرنے کی ۔صرف یہی نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے 25ویں سال میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور علیہ السلام کے نکاح کا خطبہ پڑھتے ہوئے بھی تو آپ کے الفاظ ایسے ہی تھے۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و سلالۃ اسماعیل ۔ یقیناً لات ومنات اور عزیٰ وہبل کی قسمیں اٹھانے والے زمانے میں نام خدا کی قسمیں اٹھانا اور اللہ رب العزت کی تعریف میں رطب اللسان رہنا بہت سے حقائق کو بے نقاب کرتا ہے۔

جناب ابوطالب فرمانے لگے قسم اللہ کی ایسا نہ ہو سکے گا۔ اتغذو ابنکم وتقتلو ا ابنی محمداً میں تو تمہارے عمارہ کو غذاؤں پرورش کروں اور تم میرے محمد ﷺ کو قتل کرو ۔۔۔۔۔۔ یہ کہاں کی دانائی ہے ۔۔۔۔؟ اس موقع پر جناب ابوطالب نے حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں وہ طویل قصیدہ لکھا جس کا ایک مشہور شعر ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامی عصمۃ للارمل

"وہ گورے چٹے سوہنے چہرے والے محمد ﷺ جن کے چہرے سے بادل بھی بارش کی خیرات مانگے وہ جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی عزتوں کے محافظ ہیں"۔

اس قصیدے میں یہ مفہوم بھی شامل تھا کہ تم نے اپنا عمارہ دیکھا ہے اب میرے محمد ﷺ کو دیکھو، عمارہ تمہیں محمد ﷺ کی قدموں کی دھول جیسا بھی نہ لگے گا۔ جب جناب ابوطالب نے یہ کہا تو مطعم غصے میں آیا اور کہنے لگا۔ قسم ہے لات کی ہم محمد ﷺ کو شہید کر کے دم لیں گے۔ ابوطالب کا ہاشمی خون جوش غیرت سے کھولنے لگا اور انہوں نے للکار کہا:

"قم یا محمد بین اعدائنا"

اے محمد آؤ ذرا اپنے دشمنوں کے درمیان کھڑے ہو۔

میں دیکھوں تو سہی کون تمہاری جانب بڑھنے کی جرأت کون کرتا ہے۔ عمارہ نے جب رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا پرجلال چہرہ دیکھا اور جناب ابوطالب کی پر ہیبت للکار سنی تو وہی کالی چادر چہرے پر ڈال کر بھاگنے لگا۔ ابوطالب فرمانے لگے دیکھو تمہارا حسن تو بھاگ گیا مگر

میرے محمد ﷺ کا حسن غالب آگیا ہے۔ بعدازاں جناب ابوطالب نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے جن کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد ﷺ جدھر مرضی ہے جاؤ جس محلے میں دل کرے جاؤ جس قبیلے کے دروازے پر مرضی ہے دستک دو۔ اپنے خدا کی توحید کی دعوت دیتے چلے جاؤ جب تک ابوطالب زندہ ہے کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔

اب ایک اور واقعہ عرض کروں چونکہ بی بی پاک کو یہ ساری تاریخ معلوم تھی اس لئے جب رسول کریم علیہ السلام کے وصال مبارک کا وقت آیا تو پہلے دن جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں رکھا۔ رسول کریم ﷺ نے آنکھیں کھولیں اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا بیٹی! تیرے ہاتھ سے محمد ﷺ کے سینے میں ٹھنڈ پڑتی ہے۔ بی بی پاک کہنے لگیں بابا! آپ کی شدت غم مجھے نڈھال کیے جارہی ہے اور آپ کی تکلیف میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہے۔ حضور علیہ السلام فرمانے لگے میری آنکھوں کے نور تمہارے بابا کو صرف یہی تکلیف ہوگی اس کے بعد اللہ ہر تکلیف کو اٹھالے گا۔ دوسرا دن آیا رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ میں بی بی پاک پھر حاضر ہوئیں۔ آج سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے سامنے عربی قصیدہ پڑھا۔ وہی قصیدہ جو جناب ابوطالب نے مطعم بن عدی کے سامنے پڑھا تھا:

وابیض یستسقی الغمام بو جهه

ثمال الیتامی عصمة للا رامل

حضور ﷺ نے وابیض کے الفاظ سنے تو آنکھ کھولی اور فرمایا بیٹی یہ شعر تو میرے چچا ابوطالب کے ہیں۔ محل فکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے تو دنیا سے جاتے ہوئے بھی جناب ابوطالب ہی کو یاد کیا۔

قبلہ شاہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد انتہائی پرسوز انداز میں جو جملے ارشاد فرمائے وہ سن کر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ محفل کا ایک عجیب رنگ تھا اور ایسے لگ رہا تھا جیسے اللہ کی رحمتیں محفل کو اپنی آغوش میں لئے ہوں۔ شاہ جی فرمانے لگے: لوگو! تم تو ایک ہی کربلا کی تاریخ جانتے ہو لیکن بی بی پاک نے ایک کربلا تو بیٹوں کی دیکھی تھی اور اس سے قبل ایک کربلا اپنے بابا کی بھی دیکھی تھی۔ وہ کربلا۔۔۔ جب حضرت بلال ﷺ کو جلتے کوئلوں پر لٹایا گیا۔۔۔۔۔۔۔ حضرت صہیب ﷺ کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔۔۔۔۔۔۔ حضرت یاسر ﷺ اور آل یاسر پر مظالم ڈھائے گئے۔۔۔۔۔۔ بی بی پاک یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں اور سب سے بڑھ کر وہ کربناک لمحات جب رسول کریم ﷺ کی مبارک پیٹھ پر حالت سجدہ میں غلاظت بھری اوجڑی ڈال دی گئی اور غزوہ احد میں آقا کریم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے۔ ایک یہ کربلا تھی اور دوسری مرشد حسین ﷺ والی کربلا۔ بی بی پاک کی عظمتوں کو سلام کہ وہ یہ سب کچھ حوصلے سے برداشت کرتی رہیں۔

شاہ جی آج ایسے تسلسل کے ساتھ روایات بیان فرمارہے تھے کہ پتہ چل رہا تھا علی ﷺ کا بیٹا علوم حیدری کی خیرات دنیا والوں میں بانٹ رہا ہے۔ ہر کسی کی آنکھ میں تشنگی تھی جو بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ مجمع اس طرح شاہ جی کی مٹھی میں تھا کہ اگر یہ گفتگو سحری تک جاری رہتی تو بھی مرور وقت کا احساس کسی کو نہ ہوتا۔ آپ کا انداز خطابت ہے ہی ایسا کہ سامعین دائیں بائیں سے بے نیاز انہی کی ذات میں مستغرق دکھائی دیتے ہیں۔ جذبات کو ہمالیہ کی بلندیوں پر پہنچا کر پھر یکدم آہوں اور سسکیوں کا ماحول پیدا کردینا شاہ جی کی خطابت کا خاصہ ہے۔ بی بی پاک کے پہاڑ جیسے حوصلوں کا بیان سنتے ہوئے چونکہ پورا اجتماع مضمحل ہوچکا تھا۔ اچانک انداز تبدیل ہوا اور اضطرابات کو خوشیوں سے بدل دینے کا لاشعوری اہتمام کیا گیا۔ شاہ جی فرمانے لگے:

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ ایک دفعہ ایک صحابی سے پوچھنے لگے۔ کیا تم اس خاندان کو جانتے ہو جس کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے اترتے ہیں؟ عرض کی اللّٰه و رسوله اعلم لیکن یارسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی بیوی کو علی ﷺ کے گھر بھیج دے۔ واپس آئے تو اس سے پوچھ اندر کیا دیکھا اس نے؟ وہ بیوی کو لے کر مولا علی ﷺ کے دروازے پر چھوڑ آئے۔ بیوی اندر گئی اور کچھ دیر بعد واپس آگئی۔ وہ بیوی کو لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ جو حکم آپ نے دیا تھا اس کی تعمیل ہوگئی۔ علی ﷺ کے گھر والوں کو سلام کرکے واپس آگئے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کا وقت ہونے والا ہے۔ جب جمعہ کے بعد سارے اکٹھے ہوجائیں تو اس وقت بتانا۔ حضور ﷺ نے سوال کا جواب نہ لیا۔ جمعہ ہوگیا۔ جمعہ کے بعد سارے صحابہ کا معمول تھا کہ نماز ختم ہوجانے کے بعد وہ صلوۃ وسلام پڑھتے جاتے اور حضور ﷺ کے ہاتھ اور قدم مبارک بھی چومتے جاتے۔ آج صحابہ صلوۃ وسلام پڑھنے لگے تو رحمۃ العالمین علیہ التحیۃ والثناء فرمانے لگے۔ یا معشر المسلمین ذرا ٹھہرو میں نے ایک آدمی کو اندر بھیجا تھا علی ﷺ کے گھر۔ اس کی گواہی اسی کی زبانی سنو۔ پھر حضور ﷺ نے آواز لگائی کدھر ہو؟ عرض کی یارسول اللہ میں حاضر ہوں، آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ارادہ فرمایا۔ کیا دیکھا علی ﷺ

کے گھر؟ عرض کی یارسول اللہ اندر بی بی پاک پر تو میری نظر نہ پڑی لیکن چکی تھی کہ گھومے جارہی تھی۔ میں حیران ہوا کہ چکی گھمانے والا کوئی نہیں تو یہ گھوم کیسے رہی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہاری نظر نہیں پڑی فاطمہؑ ادھر ہی نماز پڑھ رہی ہوگی۔ شاہ جی نے یہاں ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ نظر کیسے پڑتی؟ بی بی پاک پر تو میدان محشر میں بھی نظر ڈالنے کی کسی کی جرأت نہ ہوگی۔ وہاں بھی آپ پل صراط سے گزریں گی تو اللہ رب العزت ستر ہزار حوروں کی جماعت میں بی بی پاک کو بھیجے گا اور اعلان ہوگا محشر والو! نگاہیں جھکا لو محمد عربی کی بیٹی فاطمہ گزر رہی ہے۔

جب اس شخص نے اظہار حیرت کیا کہ چکی خود کیسے گھوم رہی تھی تو رسول کریم ﷺ فرمانے لگے، فاطمہ کی چکی کو گھمانے کے لئے آسمان سے فرشتے اترتے ہیں۔ مسلمانو! سوچو جس کی چکی کو گھمانے کے لئے فرشتے آئیں اور جس کی سواری تیار کرنے کے لئے فرشتے اتریں محمد عربی کے اس عظیم گھرانے کا مقام کیا ہوگا۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً

شاہ صاحب قبلہ کے یہ الفاظ سب کے لیے بالعموم اور سادات کرام کے لیے بالخصوص راہِ عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس بار ماہِ رمضان میں جلسوں میں نہ جانے کا ارادہ تھا مگر عزیزم لیاقت نے بی بی پاک کے نام کا حوالہ دے دیا۔ میں نے سوچا کہ ہماری رگوں میں خون ہے علی پاک کا اور ہمارے ذمہ قرض ہے اس خون کا اور ان عظیم نسبتوں کا۔ وہ قرض اتارنے کے لیے یہاں چلا آیا۔ تو سنیئے ایک اور روایت عرض کروں۔

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا جب آخری وقت آیا تو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ مناسب سمجھیں تو تھوڑا وقت عنایت فرمائیں ایک درخواست پیش کرنا چاہتی ہوں رسول کریم علیہ التحیۃ والثنا اپنی وفا شعار زوجہ محترمہ کے سرہانے تشریف فرما ہوئے۔ بی بی پاک کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ عرض کی یا رسول ﷺ جب آپ نزول وحی کے بعد پہلی مرتبہ غار حراء سے تشریف لائے تو آپ نے حکم ارشاد فرمایا تھا زملونی زملونی (مجھے چادر اوڑھاؤ مجھے چادر اوڑھاؤ) یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی چادر آپ کے اوپر ڈالی تھی۔ آج جب میرا دنیا سے جانے کا وقت ہے تو مہربانی فرمادیں کفن کے لیے اپنی چادر عطا فرمادیں۔ رسول رحمت ﷺ نے اپنی چادر عطا فرمادی کفن کے لیے۔

اسی اثناء میں جبریل آئے۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اے خدیجہ! یہ جبریل آئے ہیں یہ تو ایک اور خبر لائے ہیں۔ عرض کی وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا "جبریل کہہ رہے ہیں آپ ان کے کفن کو رہنے دیں ان کا کفن جنت سے اللہ رب العلمین نے بھیجا ہے۔ مسلمانو! غور کرو جس کی ماں کا کفن جنت سے آئے اور جس کے بابا کے سر پر تاج نبوت سجایا جائے اور جس کا سرتاج مولود کعبہ ہو اس فاطمہ کا مقام کیا ہوگا.........سبحان اللہ

سیدہ خدیجہ ؓ پھر عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ ﷺ میری فاطمہ کے معاملات کسی اور کے سپرد نہ کرنا۔ اس کا جہیز اپنے ہاتھ سے تیار کر کے رخصت کرنا۔ یہ میری امانت ہے۔ حضور علیہ السلام نے وفاؤں کی پیکر بیوی سے فرمایا یہ تیری ہی نہیں محمد ﷺ کی بھی بیٹی ہے، غم نہ کھاؤ۔ سیدہ خدیجہ پھر عرض کرنے لگیں یارسول اللہ ﷺ ایک تیسری عرض بھی ہے کہ آپ طواف کر آئیں میں اپنی بیٹی سے ایک بات کرلوں۔ رسول رحمت علیہ السلام تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی لخت جگر بی بی پاک کو گلے لگالیا۔ جناب! سوچیے وہ منظر کیسا ہوگا جب ایک بیٹی وقت نزع ماں کے گلے لگ کے رو رہی ہوگی اور اس کے آنسو چھلک رہے ہوں گے۔ یہ فاطمہ تو وہ فاطمہ ہیں جنہوں نے اپنے بابا کو رخصت کرنے کا صدمہ اُٹھایا اپنی والدہ کے وصال کا دکھ جھیلا، اپنی بہنوں کے درد اٹھائے اور بھائیوں کے انتقال کے دردناک لمحات دیکھے۔ سیدہ خدیجہ اپنی لخت جگر سے فرمانے لگیں بیٹی! میں نے اپنی ساری دولت تیرے بابا کے قدموں پر نچھاور کی، جب انہیں کوئی ماننے والا نہ تھا اس وقت بھی میں نے انہیں تنہا نہ چھوڑا۔ جب آپ پر کوئی ایمان نہ لایا تھا میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ آپ تنہا نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ غریبوں مسکینوں کے سہارا ہیں۔ ان کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں وفاداری کے ساتھ ان کے قدموں میں رہی ہوں۔ میری بیٹی! میرے بعد وفا کی یہ ذمہ داری تم نے نبھانی ہے۔ میں تمہارے بابا کے معاملات تمہارے سپرد کر کے جارہی ہوں۔ بیٹی نے کہا اے ماں بے غم ہو جائیں۔ جب موقع آیا محمد ﷺ کی بیٹی محمد عربی ﷺ کے ساتھ ہوگی اور سب جانتے ہیں کہ اُحد میں اپنے بابا کے زخم کس نے دھوئے تھے اور حرم کعبہ میں اپنے بابا کی پیٹھ سے اوجڑی کس نے ہٹائی تھی؟ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ غم کی جس بھٹی میں آقائے دو جہاں کھڑے تھے ان کے ساتھ ان کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی تھیں۔

عظیم شخصیات کے حوالے سے منعقدہ تقریبات میں زیادہ تر مقررین فضائل و کرامات پر مبنی مشہور روایات ہی بیان فرماتے ہیں، مگر شاہ

صاحب قبلہ کی خطابت کا ایک حسن انتخاب عنوان اور روایات و دلائل کی انفرادیت بھی ہے۔ یہ منفرد روایت برقرار رکھتے ہوئے آج بھی دوران خطاب آپ فرمانے لگے۔ بی بی پاک نے صرف چوبیس سال ظاہری زندگی پائی مگر اس دوران جب کبھی کسی نے بھی حضور علیہ السلام کے قدموں میں کانٹے بچھائے۔ سیدہ پاک نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ کانٹے چنے۔۔۔۔۔۔ جس وقت کسی نے گند حضور علیہ السلام کی راہوں میں ڈالا سیدہ نے ان راہوں کی صفائی کی۔۔۔۔۔۔ حضور علیہ السلام جب حرم کعبہ میں نماز ادا کرتے تو ساڑھے چار سال کی فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بابا کے اردگرد بجلی کے شعلے کی مانند گھومتی اور نگہبان بن جاتیں۔۔۔۔۔۔ پاسبان بن جاتیں۔۔۔۔۔۔ گویا جناب ابوطالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کی بولی میں یہ بھی حضور علیہ السلام سے یہی کہتی۔ آپ جدھر چاہیں جائیں دعوت دیں لوگ کانٹے بچھائیں گے فاطمہ کانٹے اٹھائے گی۔۔۔۔۔۔ لوگ گند ڈالیں گے فاطمہ گند ہٹائے گی۔۔۔۔۔۔ اس لئے کہ فاطمہ کو اللہ نے پیدا ہی اپنے بابا کے لئے کیا ہے۔

شعب ابی طالب میں محصور مسلمانوں کو جب بھوک ستاتی تو غشیاں پڑتیں جناب ابوطالب خود کہتے ہیں کہ کتنی بار میں نے جعفر کو بے ہوشی کے عالم میں اپنے ہاتھوں پر اٹھایا۔۔۔۔۔۔ کتنی بار عقیل کو اٹھایا۔۔۔۔۔۔ ایک طرف یہ مناظر۔۔۔۔۔۔ مگر دوسری طرف سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حوصلے دیکھو۔ حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ شعب ابی طالب کی ان کٹھن راتوں میں جب میں لیٹتا تو میری ننھی فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ننھے ہاتھ میری زلفوں میں ڈال کر کہتی۔ بابا! آپ آرام کریں میں جاگ لوں گی۔ یقیناً اسی لئے حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی

''فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے''۔

اللہ رب العلمین نے جو فضائل و کرامات سیدہ فاطمہ کو عطا کیے رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''جس نے زمین والوں میں سب سے افضل بندہ دیکھنا ہے وہ علی ؓ کو دیکھ لے اور جس نے زمین والی عورتوں میں سب سے افضل کو دیکھنا ہے تو میری فاطمہ ؓ کو دیکھ لے''۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی یہ عظمتیں اور رفعتیں ان کے علو مرتبہ کا اظہار تو ہیں ہی ساتھ قیامت تک آنے والی عورتوں کے لئے بھی باعث عزت شرف ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ رسول رحمت ﷺ نے اس معاشرہ میں اپنی فاطمہ کو عزت دے کر اور ان کی ولادت کی خوشی منا کر پوری دنیا کو یہ پیغام دیا تھا کہ فاطمہ کی عزتیں دیکھ کر اندازہ کر لو دین محمد ﷺ کس قدر کامل و اکمل دین ہے۔

سیدہ فاطمہ کے آنے پر کھڑے ہو کر اور ان کا ماتھا چوم کر حضور علیہ السلام نے اظہار کیا کہ عورت کو جو عزت محمد عربی ﷺ نے دی ہے وہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔

آج اگر ہم ایک مسجد میں بی بی پاک کا دن منا رہے ہیں تو یہ ادائے حق نہیں۔ ان کا تذکرہ تو مسجد مسجد ہونا چاہیے اور ان کی عظمتوں کا بیان محراب و منبر کی صدا بن کر ابھرنا چاہیے۔ مصائب زمانہ اور مشاکل و مسائل سے افسردہ انسانیت کو حصول سکون کا ایک خوبصورت روحانی نسخہ بتاتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا:

''جس بندے کی جو بھی حاجت ہو وہ خلوت میں جائے۔ قرآن پاک کا کچھ حصہ تلاوت کرے پھر درود شریف پڑھ کر بی بی پاک کو ایصال ثواب کرے اور اس کے بعد مدینہ کی طرف منہ کر کے کہے یا رسول اللہ ﷺ آپ کو آپ کی پیاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ مصیبت سے نکالیں۔ اللہ کی قسم! ہزار عارہوسکتی ہے مگر ردائے بتول کے تصدق سے مانگی دعا کبھی رد نہیں ہو سکتی''۔

اپنی خوبصورت پرسوز اور دلائل و نکات سے آراستہ گفتگو کا اختتام شاہ صاحب نے اس خوبصورت نکتے پر فرمایا:

اللہ نے بی بی پاک کو جنتی عورتوں کی سردار بنایا، پھر جنت کھینچ کر ماں کے قدموں تلے کر دی۔ مردوں سے کہا تم اپنی ماں کے قدموں میں رہنا تاکہ اس واسطے سے تم بی بی پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں پہنچ جاؤ۔ جب وہاں پہنچ گئے تو اللہ تمہیں جنت میں حضور علیہ اسلام کی معیت عطا فرما دے گا۔

خطاب کے بعد صلوۃ و سلام بحضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پیش کیا گیا اور دعا کے ساتھ ڈیڑھ بجے شب یہ خوبصورت محفل اختتام پذیر ہوئی۔

☆☆☆

- تعلیمات اسلامیہ سے اپنی زیست میں فہم و دانش کی بہار لانے کیلئے
- زندگی کو عشق رسالت مآب ﷺ کے نور سے منور کرنے کیلئے
- باطنی صفائی کے حصول اور تقویٰ و پرہیز گاری کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کیلئے
- اخلاقی رزائل اور روحانی بیماریاں دور کرنے کیلئے

{ شاہ جی کی تحریروں کے ساتھ ساتھ آپ کا سلسلہ گفتگو }

سلسلہ وار دروس قرآن	سلسلہ وار دروس حدیث
اُجالے قرآن کے	**اُجالے حدیث کے**

"محراب" سماعت فرمایئے

- اخلاص کی برکات
- تدبر: اہمیت وفضیلت
- حج
- بلند نظری اور ایثار
- عیادت کے احکام اور آداب
- قوی مومن اور اس کی زندگی کا حسن
- خوف اور احساس ندامت
- پرسکون عائلی زندگی کی بنیادیں
- ذکر کی فضیلت اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
- حصول برکت کے ذرائع
- استغفار کی برکات
- لاپرواہیوں کا تدارک
- عید میلاد النبی ﷺ
- پیغام حسین کانفرنس
- دلوں کی تالیف
- معاملات میں حسن
- جلد بازی کے نقصانات
- قرآن اور اہل بیت
- باوقار زندگی کا تصور
- مدارات اور دل نوازی
- فکر آخرت
- دینی تربیت کی ٹھوس بنیادیں
- اسباب جرائم اور نجات کی راہ
- لفظ برکت کے اطلاقات
- عملی روحانی زندگی سیرت طیبہ کی روشنی میں
- طبیعتوں کا تحمل اور وسیع رکھنا
- تقریب آغاز دورہ حدیث - ایک اہم خطاب

سی ڈیز اور کتب حاصل کرنے کیلئے رابطہ:

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر III راولپنڈی 0300-5141965

اتفاق اسلامک سنٹر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35838038

www.daleelerah.info   Email: aims58@gmail.com

عطیہ اشتہار: **قاف بریک لائننگ | احمد سسٹمز**